Yearly
Rs. 300/-

ماھنامہ

اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

Sept. 2019

قوم کے نام ایک مخلصانہ پیغام

حامداً و مصلیا و مسلما!

اس وقت ہندوستان میں ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ واقعی تشویشناک ہے، ہولناک، بے چین و مضطرب کر دینے والا ہے اور سراسیمہ و خوفزدہ کر دینے والا بھی۔ یہ واقعی ہم سب کے لیے ایک کٹھن اور صبر آزما آزمائش و امتحان کا دور ہے۔ آپ کا فریق مخالف اور آپ کا دشمن بلا شبہ دنیوی اعتبار سے بہت طاقتور ہے۔ سیاسی، افرادی، حکومتی اور مالی اعتبار سے ہمارے مقابلے میں اس کی طاقت کئی گنا زائد ہے۔ لیکن یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ اہل ایمان کے اندر اللہ رب العزت نے ایمان، یقین، اخلاص، اعتقاد اور برکاتِ اعمال صالحہ کی جو ایمانی و روحانی طاقت و قوت رکھی ہے اس کے سامنے اس طرح کی دنیوی طاقتیں بیشمار مرتبہ دم توڑتی نظر آئی ہیں۔ اگر ہم اپنے دین، عقائد، ایمان، اعمال صالحہ اور فرمودات اللہ و رسول میں سچے، کھرے اور مخلص ہو جائیں تو اس طرح کے حالات و واقعات اور خونین حادثات کے امتحان و آزمائش سے کامیابی و کامرانی کے ساتھ باہر نکل سکتے ہیں۔ ایمانی طاقت و قوت کے ساتھ ہمیں اس وقت موجودہ حالات کا نہایت دانشمندانہ اور فراست مومنانہ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہمارا دشمن شاطر بھی ہے اور طاقتور بھی۔ اس کے پاس حکومت کے وسائل و ذرائع بھی ہیں اور سیاسی طاقت و قوت بھی۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم چیخیں، شور مچائیں، سڑکوں پر آئیں، احتجاج کریں، مظاہرے کریں اور ان کے غنڈوں سے دست بگریباں ہوں تاکہ وہ ہماری مضطرب چیخ و پکار سے خوش ہو، ہمارے شور مچانے سے اسے راحت ملے۔ ہمارے احتجاج و مظاہروں کے غیر مفید اور غیر مؤثر ہونے پر ہماری بے بسی و لاچاری کا مذاق اڑائے، اپنے ہم مذہب اور اپنے ووٹ بینک کو یک جٹ اور متحد کرے، ہندو مذہب کے پیروکاروں کے دلوں میں ہمارے خلاف نفرت کا بیج بوئے۔ ہمیں خوفزدہ رکھے۔ ہمارے اوپر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ کر خود ہی ویڈیو بنائے اور خود ہی اسے سوشل میڈیا وغیرہ کے ذریعہ وائرل کرکے، قوم مسلم کو دہشت میں مبتلا کرے۔ اپنے ہم مذہب اور اپنے ووٹ بینک کو یہ تاثر دے کہ ہم نے مسلمانوں کو سبق سکھانا شروع کر دیا ہے۔ ہندو مذہب کے متصلب اور متعصب ذہن و فکر کے افراد کے لیے ایسے واقعات کی ترسیل و تبلیغ سے وہ راحت و سکون کا سامان مہیا کرے۔

اس لیے ہماری اپنی قوم سے یہ مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ اپنے مذہب، اپنی شریعت اور اپنے عقائد پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہ کر فراست مومنانہ اور دانشمندانہ طور پر اس ابتلاء و آزمائش سے باہر نکلنے کی تدبیریں کریں، قانونی چارہ جوئی کریں، بے نتیجہ اور غیر مؤثر شور شرابے پر مشتمل اقدامات کرکے دشمن کے مذموم مقاصد کی تکمیل کا سامان نہ ہونے دیں۔ ہماری مذہبی و معظم شخصیات اور ہمارے مقامات مقدسہ کی شان میں گستاخانہ مناظر پر مشتمل ویڈیوز کو ہرگز ہرگز عوامی سطح پر سوشل میڈیا کے ذریعہ وائرل کرکے دشمن کا مقصد پورا نہ کریں۔ اتحاد و اتفاق قائم کرکے یک جان اور یک جسم ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بفیض رحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفی حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفی رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
"جیلانی میاں" علیہ الرحمہ

زیر سایہ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۵۹ / شمارہ نمبر ۹

ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ September
ستمبر ۲۰۱۹ء 2019

مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا قادری "سبحانی میاں" مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج
محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

مجلس مشاورت

حضرت مفتی محمد شمیم اشرف ازہری خطیب اعظم ماریشس
حضرت مولانا ازہر القادری صاحب لندن
حضرت مولانا صفی احمد صاحب رضوی انگلینڈ
حضرت مولانا محمد فروغ القادری صاحب انگلینڈ
حضرت مولانا محمد محسن صاحب انگلینڈ

حضرت مولانا محمد مسعود خوشتر صاحب ماریشس
حضرت سید وجاہت رسول صاحب قادری پاکستان
حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمانی پاکستان
حضرت مولانا قاری غلام محی الدین صاحب انگلینڈ
عالی جناب الحاج نوشاد علی جواتا، ماریشس

مجلس ادارت

مدیر	حضرت علامہ قاری عبد الرحمٰن خان قادری بریلوی
مدیر اعزازی	حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیر معاون	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری
مرتب	حضرت مفتی محمد انور علی رضوی بہرائچی
تزئین کار	جناب ماسٹر محمد زبیر رضا خاں بریلوی
کمپوزنگ	جناب مرزا توحید بیگ رضوی

کلام الامام - امام الکلام

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سُہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کٓھٰیٰعٓصٓ اُن کا ہے چہرہ نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴، سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581- 2575683,
2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر "مولانا سبحان رضا خاں" نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

زر سالانہ ممبر شپ

فی شمارہ:	30/-
زر سالانہ:	300/-
بیرون ملک:	30$ / امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

فہرست

ہر ماہ انٹرنیٹ پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت پڑھنے کے لیے کلک کریں ہماری اس ویب سائٹ پر۔

Website:-www.aalahazrat.in, E-mail:-subhanimian@yahoo.co.in

E-mail:-mahanamaalahazrat@gmail.com,saleembly@gmail.com

تحفظ حقوق ازدواج قانون۔ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی ایک عملی شکل

اداریہ:-مفتی محمد سلیم بریلوی مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

طلاق ثلاثہ بل کی منظوری اور قانون سازی: بھاجپا، آر ایس ایس اور مسلم مخالف زعفرانی ذہنیت رکھنے والی متشدد ہندو تنظیموں کی غیر معمولی دلچسپی کی بنیاد پر طلاق ثلاثہ کو کالعدم اور قابل تعزیر جرم قرار دینے والے ''مسلم خواتین (تحفظ حقوق ازدواج) بل'' نے گزشتہ ہفتہ پہلے پارلیمنٹ، پھر مؤرخہ ۳۰ / جولائی ۲۰۱۹ء کو ایوان بالا (راجیہ سبھا) سے پاس ہونے کے بعد صدر جمہوریہ ہند کے دستخطوں سے مزین ہو کر مؤرخہ ۳۱ / جولائی کو آخر کار قانونی شکل اختیار کر ہی لی۔ اس قانون کے پیش نظر اب اگر کوئی مسلم مرد اپنی منکوحہ کو یکبارگی تین طلاق دیتا ہے تو اولاً وہ کالعدم مانی جائیں گی ثانیاً طلاق دینے والے شوہر کو اس کی پاداش میں تین سال جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہنا ہوگا۔ اس قانون کے بننے پر بھاجپا اور اس کی حلیف جماعتوں نے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ یہ ہیں کہ صدیوں سے مسلم خواتین کے اوپر طلاق ثلاثہ کے ذریعہ ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے جس کی وجہ سے مسلم خواتین اپنے ہم مذہب لوگوں اور معاشرہ کے استحصال اور ان کے ظلم و ستم کا شکار تھیں۔ بھاجپا حکومت نے اپنی مسلم ماؤں اور بہنوں کو یہ قانون بنا کر انہیں انصاف دیا ہے، ان کے حقوق کو بحال کیا ہے، ان کے لیے معاشرہ میں عزت کے ساتھ جینے کی راہ ہموار کی ہے اور انہیں ''ظلم و ستم کی وادی'' سے نکال کر ''راحت و سکون کی جنت'' عطا کی ہے۔ (مفہوماً)

بھاجپا حکومت کے دعوے کی حقیقت: مسلم خواتین یعنی تحفظ حقوق ازدواج قانون بنانے کی جس ضرورت اور جس مقصد کی تشریح، توضیح اور تشہیر بھاجپا حکومت کر رہی ہے حقیقت سے اس کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔ واسطہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ جب کہ یہ وہ سیاسی جماعت ہے کہ جس کی بنیاد اور جس کی کامیابی مسلمانوں کی دشمنی اور شریعت مطہرہ کی مخالفت پر ہی مبنی ہے۔ اقتدار کی کرسی پر پہنچنے کا اس کا راستہ ہی مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی پامالی سے ہو کر گزرتا ہے۔ جس جماعت کی نظر میں مسلمان، ان کی شریعت، ان کا اسلامی تشخص اور ان کے شعائر اسلامیہ کانٹے کی طرح کھٹکتے ہوں وہ بھلا ان کی خواتین کے لیے ''راحت و سکون کی جنت'' کیسے آراستہ کر سکتی ہے؟ جس کی نگاہوں میں مسلمانوں کا خون جانوروں سے بھی سستا ہو وہ اس معاشرہ کی نصف آبادی کو ان کے ''مزعومہ اور خود ساختہ ظلم و ستم کی وادی'' سے کیسے نکال سکتی ہے؟ جس کے نزدیک مسلمانوں کی ماؤں، بہنوں اور بہو بیٹیوں کی عزت و آبرو کی دھجیاں بکھیرنا جائز و روا ہو وہ ان مسلم خواتین کو عزت و آبرو کیسے بخش سکتی ہے؟

تحفظ حقوق ازدواج قانون بنانے کے عوامل کیا ہیں؟ اس کے پیچھے کون سا جذبہ کار فرما ہے؟ اس قانون سازی میں غیر معمولی دلچسپی اور عجلت پسندی کے پیچھے کون سے مذموم مقاصد ہیں ان سے

ملک و بیرون ملک کا کوئی بھی اہل عقل وخرد ناواقف نہیں۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا اچھی طرح سے واقف ہے کہ بھاجپا حکومت مسلمانوں ،اسلامی شریعت، مسلم معاشرہ اور شعائر اسلامیہ کے تعلق سے کیسے مذموم اور خطرناک عزائم رکھتی ہے۔اس کی مسلم دشمنی جگ ظاہر ہے۔

طلاق ثلاثہ قانون بنانے میں بھاجپا کی غیر معمولی دلچسپی کی وجہ:

مرکزی حکومت پر قابض بھاجپا اپنے پہلے دورِ اقتدار میں پارلیمنٹ کے اندر طلاق ثلاثہ قانون کا بل دو مرتبہ لے کر آئی لیکن ایوان بالا (راجیہ سبھا) میں اس کے ممبران کی اکثریت نہ ہونے کی وجہ سے یہ بل ایوان بالا میں معلق ہو گیا۔اس درمیان اس کا پہلا دورِ اقتدار ختم ہو گیا۔اپریل، مئی ۲۰۱۹ء میں حکومت سازی کے لیے دوبارہ پارلیمانی انتخابات ہوئے جس میں بی جے پی کو بھاری اکثریت حاصل ہوئی جس کے نتیجے میں دوبارہ پھر وہ جمہوریہ ہند کے اقتدار پر قابض ہو گئی۔حکومت سازی کے بعد اپنے پہلے کابینہ اجلاس ہی میں بھاجپا حکومت طلاق ثلاثہ مخالف یہ بل تیسری بار پھر لے کر آئی ۔نہایت دلچسپی اور عجلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے پارلیمنٹ میں یہ بل اس انداز میں پیش کیا جیسے ہندوستان کا سب سے اہم مسئلہ یہی ہو۔اگر یہ قانون نہ بنا تو گویا ملک تباہ ہو جائے گا۔اگر جلد ہی اس بل کو قانونی قالب میسر نہ ہوا تو ملک میں افراتفری اور انارکی پھیل جائے گی۔مسلم خواتین کے علاوہ سارے ہندوستانی باشندے چین وسکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں صرف یہی بے چاری مسلم خواتین ہی ہیں کہ جنہیں چین وسکون میسر نہیں۔پورے ملک میں سارے باشندوں کو عدل وانصاف مل رہا ہے لیکن یہ مسلم خواتین ہی ہیں کہ جو عدل وانصاف سے محروم ہیں۔سارے ہندوستانی اور ساری ہندوستانی خواتین ظلم وستم اور جنسی و معاشرتی استحصال سے محفوظ ہیں سوائے مسلم خواتین کے کہ یہ دکھیاری معاشرتی استحصال اور ظلم وستم کی چکی میں پس رہی ہیں۔ہندوستان کا ہر مرد اور ہندوستان کی ہر عورت باعزت طریقے سے زندگی گزار رہی ہے مگر مسلم خواتین ہی ذلت بھری زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ہندو مذہب کے ساتھ دیگر ہندوستانی مذاہب کی ساری خواتین مردوں کی آبرو ریزی اور حرص و ہوس کا شکار ہونے سے بالکلیہ محفوظ و مامون ہیں البتہ مذہب اسلام کے سائے میں زندگی گزارنے والی مسلم عورتیں اپنے ہی ہم مذہب مسلم مردوں کے جنسی استحصال میں گرفتار ہیں۔ہندوستان کا ہر شہری ''راحت وسکون کی بنسی'' بجا رہا ہے، ہر ایک کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہے،سب کو بہترین روزگار حاصل ہے،سارے لوگ معاشی ترقی کی راہ پر گامزن ہیں،ملک کی سرحدیں بھی محفوظ ہیں،ملک رشوت خوری سے پاک ہے،بدعنوانیوں کا دور دور تک پتہ نہیں اس لیے ان تمام مسائل کی طرف توجہ عبث و بیکار ہے لیکن ایک بے چاری یہ مسلم خواتین ہی ہیں جو مسلم معاشرہ میں کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اس لیے ان کے تحفظ کے لیے قانون سازی نہایت ضروری اور ناگزیر امر ہے۔

مسلم خواتین بل پارلیمنٹ میں جب بھاجپا حکومت پیش کر رہی تھی تو اس کا رویہ،اس کی عجلت پسندی اور اس کی غیر معمولی دلچسپی مذکورہ بالا بیان کردہ ہمارے انہیں نکات کی غمازی کر رہی تھی۔لیکن حقیقت سے اس کا کتنا تعلق ہے یہ کسی بھی ہندوستانی باشندے کو بتانے کی ضرورت نہیں۔

پارلیمنٹ میں یہ بل ایسے وقت لایا گیا جبکہ پورے ہندوستان میں زنا بالجبر اور آبروریزی کے واقعات کا دوردورہ ہے۔موب لنچنگ پر مشتمل انسانیت سوز جرائم نے ہندوستانی معاشرہ کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔برسرِ اقتدار بھاجپا حکومت کے ناجانے کتنے سیاسی لیڈران ہندوستانی دوشیزاؤں اور خواتین کی عزت و آبرو کے پرکھچے اڑانے کے جرم میں ماخوذ ہورہے ہیں،اسکول،کالجیز اور یونیورسٹیز کی طالبات ہندوستانی سماج کے وحشی درندوں کی حرص وہوس کا شکار بن رہی ہیں۔ملکی سسٹم پر قابض آفیسران رشوت خوری،ملکی املاک اور ہندوستانی باشندوں کی گاڑھی کمائی کو لوٹنے اور ان کو غبن کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ہر طرف بدعنوانی کا راج ہے۔ملک کا مال وزر لوٹ کر بیرون ملک بھاگنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔حکومت میں اقتدار پر قابض جماعت کے وزیر اور لیڈران ہر طرف سے ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔بیروزگاری کا شکار نوجوان طبقہ ضروریات زندگی کی تحصیل میں ناکام ہونے کی وجہ سے خودکشی کرنے پر مجبور ہے۔ہندوستانی نوجوانوں کو ڈرگس مافیا روز بروز نشے کا عادی بنا کر ملک کی جڑوں اور ہندوستانی سماج کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔عصمت دری کے واقعات میں ہر روز تیزی کے ساتھ اضافہ ہورہا ہے حتی کہ ہندوستان کا قلب اور ملک کا دل کہلائی جانے والی دہلی اب ''ریپ سٹی'' کا تمغہ حاصل کر کے ہندوستانی قیادت پر عالمی برادری کے سامنے کالک پوت چکی ہے۔ہندوستان کی معیشت کی بنیادیں لرزہ براندامی کا شکار ہیں۔جرائم و کرائم کی شرح میں بے پناہ اضافہ ہورہا ہے۔اکثریتی طبقہ کے جن حضرات نے بھرپور انداز میں بھاجپا کو ووٹ دے کر اقتدار کا تاج سر پر رکھنے کا زرّیں کارنامہ انجام دیا اسی طبقہ کے اکثر نوجوان جرائم کی دنیا کے ہونہار باشندے بنتے جارہے ہیں۔آئے دن چوری ڈکیتی،زنا خوری،عصمت دری،قتل وغارت گری،اغوا،دلت ومسلم کے ساتھ پولیس پر بھی ہجومی تشدد کے خونریز واقعات میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔ہر جگہ جنگل راج کا نظارہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔پولیس کا خوف اور قانون کا ڈر آہستہ آہستہ اکثریتی طبقہ کے نوجوانوں کے دلوں سے نکلتا جارہا ہے۔غرض کہ ہندوستان کے سامنے بے شمار ایسے اہم مسائل ہیں کہ جن کی طرف توجہ وقت کی اہم ضرورت تھی لیکن اس کے باوجود بھاجپا حکومت ان تمام ضروری اور اہم مسائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے اتنے اہم اپنے پہلے پارلیمنانی اجلاس کو غیر ضروری بل پاس کرانے میں لگی ہوئی ہے۔آخر اس کی کوئی تو وجہ ہے؟ بھاجپا کی اعلیٰ قیادت نہ تو اتنی بھولی ہے اور نہ ہی اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے اسے ملکی مسائل دکھائی نہ دیتے ہوں۔ان مسائل کا اسے ادراک بھی ہے اور ان کے حل کی ضرورت واہمیت کا احساس بھی لیکن پھر بھی خالص مسلم معاشرہ سے تعلق رکھنے والے ایک غیر اہم اور غیر ضروری مسئلہ میں پورے ملک کے باشندوں اور پورے ملک کی میڈیا کو الجھائے رکھنے کے پیچھے کوئی اہم راز تو ضرور پنہاں ہے؟ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔وہ جماعت جو مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہو اچانک وہ مسلمانوں خاص کر مسلم خواتین کی مسیحائی کیوں کرنے لگی؟ جو جماعت مسلمانوں کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کرنے کو اپنے لیے تمغہ سمجھتی ہے وہ مسلم معاشرہ کی مصلح اور خیرخواہ کیسے بن گئی؟ حالانکہ نہ تو یہ جماعت مسلمانوں کے ووٹ حاصل کر کے اقتدار تک پہنچی ہے اور نہ ہی مسلم معاشرہ نے کبھی اسے اپنے ووٹوں اور حمایت سے

نوازا ہے۔جبکہ سیاست کا ایک اہم نظریہ اور اصول یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی معاشرہ اور اسی طبقہ کو اپنی مراعات سے نوازتی ہے کہ جس نے اسے اقتدار تک پہنچایا ہے۔اس نظریہ کے پیش نظر تو بھاجپا حکومت کے لیے سب سے اہم کام یہ تھا کہ وہ ہندوسماج کی اصلاح کے لیے میرٹ کی بنیاد پر قانون سازی کرتی ۔مسلم خواتین سے زیادہ ہندو سماج کی خواتین طلاق کے مسائل سے دوچار ہیں ان کی خانگی اور عائلی زندگی کو محفوظ کرنے کے لیے کوئی قانون بناتی ۔ ہندوخواتین کی روز عصمت دری کی جا رہی ہے اسے روکنے کی طرف مؤثر اقدام کرتی، ہندوخواتین ہر روز اپنے سسرالی افراد کے ظلم وستم کا شکار ہو رہی ہیں ان کی جان کو تحفظ فراہم کرنے کی طرف پیش قدمی کرتی ۔ ہندوشوہروں کے ہاتھوں ان کی ہندو بیویاں کبھی گیس سیلنڈر پھٹنے،کبھی ایکسیڈنٹ کے ذریعہ کبھی شارٹ سرکٹ کے بہانے، کبھی چھت سے گر جانے کی آڑ میں اور کبھی فرضی حملہ آوروں کے حملوں سے اپنی جان گوا رہی ہیں۔اس کی روک تھام کے لیے کوئی بل لاتی، قانونی بیوی کے ہوتے ہوئے ہندو مرد کال گرلس ،جسم فروش عورتوں اور دوسری عورتوں کے ساتھ عیاشی کر کے اپنی قانونی بیوی کی حق تلفی کر رہے ہیں ان پر قدغن لگانے کے لیے مؤثر منصوبہ سازی کرتی، جن نوجوانوں نے بھاجپا پارٹی کو تن من دھن سے ووٹ دے کر اقتدار تک پہنچایا ہے ان کے لیے روزگار کے مواقع مہیا کرانے کی جدوجہد کرتی۔ ہندو معاشرے میں جو بدعنوانیاں ،خرابیاں اور کمیاں پائی جا رہی ہیں ان کے خاتمہ کی راہ ہموار کرتی، ہندو معاشرہ جو ڈرگس ،نشہ خوری، جوا بازی اور زنا جیسی لعنت کا شکار ہے اسے ان مہلک امراض سے نجات دلاتی ۔لیکن بھاجپا حکومت نے اس سمت میں نہ تو اپنے پہلے دورِ اقتدار میں کوئی توجہ دی اور نہ ہی اب اپنے اس دوسرے دورِ اقتدار میں ہندوسماج سے متعلق ان اہم مسائل کی طرف وہ کوئی توجہ دے رہی ہے۔آخر سیاست کے اس اہم فلسفے اور اس اہم اصول ونظریہ کہ برسر اقتدار پارٹی اسی کی بھلائی کے کام کرتی ہے کہ جس نے اسے اپنے ووٹوں کے ذریعہ اقتدار تک پہنچایا ہو۔ بھاجپا حکومت اس سے چشم پوشی کیوں کر رہی ہے؟ ہماری نظر میں اس کی دو اہم وجوہات ہیں:

(۱) سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ بھاجپا کو اتنی بھاری اکثریت کے ساتھ اقتدار کی کرسی کیسے حاصل ہوئی؟اس کی وجہ سارے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھاجپا کو ہندوسماج کا جو ووٹ ملا ہے اور بھاری اکثریت کے ساتھ یہ ہندوستانی اقتدار پر قابض ہوئی ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ ہندوسماج میں اس کی شناخت اور پہچان اسلام ،مسلمان ،شریعت اسلامیہ اور شعائر اسلامیہ کے کٹّر مخالف کی حیثیت سے قائم ہے۔ ہندوؤں نے اسے اپنی بھاری اکثریت سے اسی لیے نوازا کہ برسرِ اقتدار ہو کر یہ پارٹی مسلمانوں کو سبق سکھائے ،مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا سامان تیار کرے، انہیں نمبر دو کا شہری بنائے ،انہیں ان کے بنیادی حقوق سے محروم کرے۔ ملک میں یکساں سول کوڈ کا نفاذ کرے،مسلمانوں کے دلوں میں ہندوؤں کا خوف جاں گزیں کرے،مسلمانوں پر ہندوؤں اور ہندو مذہب کی بالا دستی قائم کرے،مسلمانوں کو ہندوؤں اور ہندو مذہب کا ذہنی طور پر غلام اور پیروکار بنائے، ملک میں ایسا ماحول قائم کرے کہ ہندو مذہب کے دیومالائی قصے کہانیاں حقیقت کا روپ دھارن کرلیں اور حقیقت وصداقت اور سچائی پر مشتمل مذہب اسلام

کے قوانین، اصول اور شعائر فرضی، مولویوں کے خود ساختہ اور زمانے کے تقاضوں سے غیر آہنگ سمجھے جانے لگیں، ہندوستان جمہوریت کی وادی سے نکل کر ہندو راشٹرا کی شکل اختیار کرلے۔ پورے ہندوستان کو مجموعی طور پر دیو مالائی فرضی اور خود ساختہ قصوں، کہانیوں پر مشتمل اصول وضوابط کا پابند کر دیا جائے۔ ہندو مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کی نشانیوں کو بالکلیہ مٹا دیا جائے۔ اقلیتوں سے ان کی مذہبی آزادی چھین لی جائے۔

جس جماعت کو اکثریتی طبقہ نے مذکورہ بالا عزائم ومقاصد کی تکمیل کے لیے منتخب کیا ہو تو ظاہر سی بات ہے کہ اس جماعت کو اہمیت کے ساتھ انہیں مقاصد کی تکمیل کرنے کے لیے جد و جہد کرنا ہے اور بھاجپا حکومت اسی طرف پیش قدمی کر رہی ہے۔ بظاہر تو اس کا دعویٰ یہی ہے کہ طلاق ثلاثہ کو کالعدم کر کے اس نے مسلم خواتین کے ساتھ انصاف کیا ہے لیکن درحقیقت یہ بل پاس کرا کر اور اسے قانونی شکل دے کر اس نے تین بڑے مقصد حاصل کیے ہیں: (۱) شریعت مطہرہ اور مسلم پرسنل لاء میں اس نے براہ راست مداخلت کر کے یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی طرف پیش قدمی کا اشاریہ دے دیا ہے۔ (۲) اپنے مخصوص ووٹ بینک یعنی ہندوؤں کی اس آرزو کی تکمیل کی ہے کہ اب ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء کا کوئی وجود نہیں اور اب مسلمانوں کی شریعت پر عمل برآری کا خاتمہ کیا جا چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالص مسلمانوں سے متعلق اس قانون کے بننے پر مسلمانوں کے خوش ہونے کے بجائے اکثریتی طبقے یعنی ہندو معاشرہ میں زیادہ خوشیاں منائی گئیں۔ قانون سازی سے پہلے بھاجپا نے میڈیا کے ذریعہ ایسا ماحول تیار کیا جس سے یہ لگنے لگا کہ واقعی وہ ایک بہت اہم معرکہ سر کرنے کی تیاری میں لگی ہوئی ہے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ خاموشی کے ساتھ بلا شور شرابہ کیے مؤثر، مفید، نتیجہ خیز قانونی چارہ جوئی اور قانونی پیش بندی کرنے کے بجائے ہمارے مذہبی اور سماجی حلقے سے تعلق رکھنے والے کچھ غیر دانشمند افراد نے بھی ان کے مذموم مقاصد کی تکمیل کرتے ہوئے پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور عوامی جلسوں میں غیر مفید اور غیر نتیجہ خیز بیان بازیاں شروع کر کے اس مسئلہ کو اس طرح کا رنگ دے دیا گویا کہ یہ ایک میدانِ جنگ ہے جس میں ایک فریق بھاجپا حکومت ہے تو دوسرے فریق کی حیثیت سے پورا مسلم معاشرہ ہے۔ بھاجپا بھی ایسا ہی ماحول قائم کرنا چاہتی تھی تاکہ جب وہ ان مسلم سورماؤں کو اس خود ساختہ میدان جنگ میں پچھاڑتے ہوئے شریعت مخالف بل پاس کرا کر مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کرنے والا قانون بنا کر فتح مندی کے جھنڈے لہرائے تو صاف طور پر نقشہ اس جنگ کا سا ہو جس میں ایک فوج اپنی مخالف فوج کو چاروں شانے چت کر کے مسرت وشادمانی کے شادیانے بجاتی ہے اور اپنے متعلقین کو نوید جاں فزاں سنا کر داد وتحسین کے نذرانے وصول کرتی ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ اپنے مخصوص ووٹ بینک کی نظر میں بھاجپا حکومت مسلمانوں کو شکست فاش دینے والے ایک اہم جنگ جو کی صورت میں ان کی ہیرو بن گئی۔ (۳) یہ تو ابھی ایک معمولی سا ٹیسٹ اور ٹریلر ہے۔ ابھی تو بھاجپا کو ان تمام مقاصد کی تکمیل کرنا ہے کہ جن کے لیے آر ایس ایس، زعفرانی ذہنیت رکھنے والے مسلم مخالف افراد اور دیگر متشدد ہندو تنظیموں نے بھاجپا کو برسر اقتدار کرنے میں رات ودن جی توڑ کوششیں کی ہیں۔ ابھی تو یہاں وہ سب کچھ ہوگا جو اسپین سے مسلمانوں اور اسلامی نشانیوں کو مٹانے کے

لیے اقدام کیے گئے۔ ابھی تو ہندوستان میں بھاجپا حکومت کے ذریعہ وہ تمام اقدامات کیے جائیں گے جو اسرائیلی یہودیوں نے سرزمین فلسطین میں مسلمانوں کو برباد کرنے اور انہیں ان کی جائیداد و املاک سے محروم کرنے کے سلسلہ میں کیے ہیں اور ان تمام اقدامات میں مسلمانوں کا مذہبی، سماجی اور عوامی طبقہ حارج و مزاحم نہ ہو اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ سب سے پہلے اول وہلہ میں انہیں مردار کر دیا جائے، شکست خوردہ کر دیا جائے، ان کے حوصلوں کو پست کر دیا جائے، انہیں سراسیمہ کر دیا جائے۔ انہیں اس قدر خوفزدہ اور ذہنی غلام بنا دیا جائے کہ ''جبر مارے رونے نہ دے'' کے مصداق وہ اپنے زخموں سے اٹھنے والی ٹیسوں کی وجہ سے آہ! کرنے کے بھی لائق نہ رہیں۔ طلاق ثلاثہ مخالف اس بل اور قانون کے ذریعہ انہوں نے کافی حد تک مسلم معاشرہ کو اپنے مقصد کے مطابق اسی طرح خوفزدہ اور سراسیمہ کر دیا ہے۔ اب اگلے مراحل طے کرنا ان کے لیے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ ابھی انہیں مسلمانوں کے مخصوص حقوق سے مسلمانوں کو محروم کرنا ہے۔ ''ایک ملک ایک قانون'' کی تھیوری پر عمل کرتے ہوئے مکمل طور پر یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنا ہے، ریاست کشمیر کو خصوصی درجہ دینے والی دستور ہند کی دفعہ ۳۷۰ رکی شق ۳۵ رکا خاتمہ کرنا ہے، دستور ہند سے مذہبی آزادی کی شق کو حذف کر کے دستور ہند کو نیا روپ دینا ہے۔ مسلمانوں کے علامتی نشانات کو مٹا کر انہیں ان کے مذہبی ورثہ سے محروم کرنا ہے۔ شوکت اسلام کو ظاہر کرنے والے شعائر اسلامیہ کا خاتمہ کرنا ہے۔ اللہ رب العزت محفوظ فرمائے۔

ہندوستانی مسلمانوں کا مستقبل: ممکن ہے کہ ہمارے مذکورہ بالا خدشات محض خدشات ہی ہوں، ہماری بھی یہی دعا ہے کہ ہمارے یہ خدشات حقیقت کا روپ دھارن نہ کریں لیکن ہندوستان میں اس وقت عوامی سطح سے لے کر حکومتی سطح تک جو کچھ مسلم مخالف واقعات و حادثات رونما ہو رہے ہیں انہیں دیکھ کر ہمیں اس بات کا یقین ضرور ہوتا جا رہا ہے کہ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ محض اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ مکمل منصوبہ بندی اور اسپین و اسرائیل میں مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے اور کیے جا رہے سلوک کو نظیر اور مشعل راہ بنا کر ان واقعات کو انجام دیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم ایک چشم کشا تحریر کے اقتباس پر اپنی بات کو ختم کرنے جا رہے ہیں کہ جسے معروف صحافی وی ٹی راج شیکھر نے رقم کیا تھا اور ان کے اس مضمون کو اردو کا قالب پہنا کر محمد غزالی خاں نامی مترجم نے سوشل میڈیا پر وائرل کیا تھا۔ مترجم کے مطابق ان کا یہ مضمون ''دلت وائس'' ۱۶ تا ۳۱ مئی ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا تھا۔ موصوف کی یہ تحریر پڑھ کر اور اس کی معنویت پر غور کر کے نیز اس تحریر کے بین السطور کے جھروکوں سے ہم اور آپ ہندوستانی مسلمانوں کے مستقبل کو بخوبی جھانک کر دیکھ سکتے ہیں۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس وقت تو محض بیج بوئے جا رہے ہیں فصل کاٹے جانے کا وقت تو ابھی آنا ہے اور فصل کاٹے جانے کے وقت ہندوستان میں جو کچھ کاٹا جا رہا ہوگا وہ وہی ہوگا جو اسپین میں ہو چکا ہے۔

مسلمانوں نے اسپین پر ۷۱۲ء سے تقریباً ۱۴۸۰ء تک کئی صدیوں پر مشتمل شاندار حکومت کی اس کے باوجود آج اسپین میں مسلمانوں کا وجود نہیں ہے۔ حالانکہ تمام شعبہائے زندگی پر اسلام کے اثرات ہیں۔ اسپین کی زبان میں دیگر یورپی زبانوں کی بہ نسبت عربی

کے زیادہ الفاظ موجود ہیں۔اس کی موسیقی پر عرب موسیقی کا اثر ہے۔اس کی ثقافت پر یورپین تہذیب کے بجائے عرب ثقافت کی چھاپ ہے یہاں تک کہ عرب ناموں کی طرح یہاں ناموں کے شروع میں ''اَل'' لگا ہوتا ہے۔۱۴۹۲ء سے جب ''غرناطہ'' میں مسلم سیاست کا آخری قلعہ مسمار ہوا تھا،اسپین میں مسلمانوں کے زوال کی شروعات ہوگئی تھی اور ۱۲۰/سال بعد ۱۶۱۲ء میں یہ زوال یہاں سے باعمل مسلمانوں کے آخری قافلہ کی روانگی کے ساتھ اپنی انتہاء کو پہنچ گیا تھا۔اس سال کے بعد اسپین کے افق سے اسلام بالکل غائب ہو گیا۔ایک قابل غور نقطہ یہ ہے کہ اسپین میں اسلام کی تنزلی کے اُس دور میں پوری مہذب دنیا پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ٹرکی کی ''عثمانی خلافت'' قسطنطنیہ پر سن ۱۵۵۳ء میں قبضہ کر چکی تھی اور جزیرہ نما بلقان کا تمام علاقہ اس کے زیر تسلط تھا۔مصر میں طاقتور مملوک حاکم تھے۔عباسیوں کے زیر حکمرانی ایران اپنے عروج پر تھا اور ہندوستان میں مغلوں کی حکومت تھی اس کے باوجود اسپین کے مسلمانوں کو بچانے کے لیے ان عظیم افواج نے کچھ نہ کیا۔

اسپین میں اسلام کا خاتمہ کیسے ہوا ؟ اس صدی (۲۰/ویں صدی) کی ۳۰/اور ۴۰/کی دہائی (یعنی ۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء) میں ہندوستان کے ہندو فسطائیوں نے اس موضوع میں گہری دلچسپی لی تھی انہوں نے اس کا مطالعہ اس غرض سے کیا تھا تا کہ ہندوستان میں اس کی نقل کی جاسکے۔اسی کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں اسپین کی کہانی دہرائے جانے کو روکنے کے لیے مسلمانوں نے اپنے طور پر اس کا مطالعہ کیا تھا کیونکہ سب سے بڑی اقلیت ہونے کی وجہ سے (۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ان کا تناسب 11.35 ہے)۔وہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے لیے سب سے بڑا دردسر بن گئے ہیں مگر ہندوستان کے مسلمان اسپین کی تاریخ اور اس کی بنیاد پر تیار کی جانے والی سازشوں سے لاعلم ہیں۔یہاں ہمارا مقصد اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالنا ہے تاکہ مسلمانوں کا سنجیدہ طبقہ اور ان سے ہمدردی رکھنے والے افراد اس پہلو پر مزید تحقیق کرلیں۔

ہندوستان کی طرح اسپین کے مسلمانوں کی بھی تین اقسام تھیں۔(۱) اصل عربوں کی اولادیں (۲) عرب باپوں اور اسپینی ماؤں کی اولادیں (۳) جنہوں نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا تھا۔

سقوط ''غرناطہ'' کے بعد اپنی جانیں (دولت نہیں کیونکہ دولت لے جانے کی اجازت نہیں تھی) بچانے کے لیے اصل عرب تیونس اور مراکش چلے گئے۔بہت سے،عیسائی حملہ آوروں کے ہاتھوں مارے گئے۔وہ عرب جنہوں نے اسپین میں رہنے کو ترجیح دی انہیں بالآخر غیر ملکی اور اسپین کو برباد کرنے والے قرار دے دیا گیا (جیسا کہ ہندوستان میں کیا جارہا ہے)۔دیگر مسلمانوں یعنی مسلمان باپوں اور عیسائی ماؤں کی اولادیں یا عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والوں نے مکمل مذہبی آزادی دیئے جانے کے ''شاہ فرنیڈانڈ'' کے اعلان پر یقین کرتے ہوئے اسپین میں رہنے کا فیصلہ کیا (ہندوستان میں بھی تو ہمیں یہی بتایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو مکمل مذہبی آزادی اور اقلیتی حقوق حاصل ہیں) شروع کے سالوں میں ان کی زندگی اور املاک پر حملوں کو عارضی رویہ قرار دے کر معاف کردیا جاتا تھا۔اس کا موازنہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے حالات سے کیجئے۔(یہ مضمون ۱۹۹۹ء میں لکھا گیا تھا۔)اسپین میں مسلمانوں پر حملوں اور قاتلوں اور جرائم کا

ارتکاب کرنے والوں کا موازنہ گجرات ،مظفرنگر اور مالیگاؤں میں مسلمانوں کے قاتلوں کی یکے بعد دیگرے رہائی اور حکومت وقت کے ذریعہ انہیں نوازے جانے سے کیجیئے۔مترجم) اسپین میں مسلمانوں پر حملے محض اسی وقت شروع نہیں ہوئے بلکہ پچاس سال بعد تک اس سے کم شدت کے ساتھ وقتاً فوقتاً جاری رہے۔بالکل جس طرح آج ہندوستان میں ہو رہا ہے۔تقسیم کے بعد ابتدائی سالوں میں ہندوستانی مسلمانوں نے مزاحمت دکھائی اور حملہ آوروں کو جواب دیا۔سڑکوں پر چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوئیں مگر آہستہ آہستہ یہ یک طرفہ حملوں میں بدل گئیں اور شکست مسلمانوں کی ہوئی اور اب تو ہندو پولیس کو مسلمانوں کے قتل کی کھلی چھوٹ دے دی جاتی ہے۔

اسپین میں جس وقت منظّم عیسائی گروپ قتل عام کا بازار گرم کیے ہوئے تھے،فرنیڈانڈ کی حکومت مسلمانوں کا نوکریوں سے صفایا کرنے کے لیے مندرجہ ذیل طریقوں پر عمل پیرا تھی:

☆ انتظامیہ سے عربی زبان کو خارج کر دیا گیا۔جو اسکول مساجد سے منسلک تھے ان پر پابندی لگا دی گئی کہ غیر مذہبی مضامین ،مثلاً سائنس، تاریخ،ریاضی اور فلسفہ نہ پڑھائیں۔وہ صرف مذہبی تعلیم دے سکتے تھے۔

☆ تاریخ کی تعلیم جھوٹے واقعات کی بنیاد پر دی جانے لگی۔جس میں مسلمان دورِ حکومت ظلم وسفاکی کا دور بتایا گیا۔اسپین کی تعمیر میں مسلمانوں کے کردار کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔

☆ ہتھیار جمع کرنے اور خفیہ میٹنگوں کے انعقاد کے الزام کے بہانے مسلمانوں کے گھروں کی آئے دن تلاشی ہوتی تھی۔

☆ نسلاً اصلی عربوں کے بارے میں مشہور کر دیا گیا تھا کہ وہ ملک دشمن ہیں اور یہ کہ انہوں نے اسپین کو تباہ کیا ہے۔

☆ جن عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا تھا ان کو یہ کہہ کر دوبارہ عیسائی بننے کی ترغیب دی گئی کہ ان کے اجداد کو زبردستی مسلمان بنالیا گیا تھا اور اب کیونکہ کوئی دباؤ موجود نہیں رہا،لہٰذا انہیں عیسائیت اختیار کر لینی چاہیے۔

☆ جن مسلمانوں کے اجداد عیسائی اور مسلمان تھے انہیں حرامی قرار دیا جاتا،ان کا مذاق اڑایا جاتا تھا اور ان پر عیسائیت قبول کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جاتا تھا۔

☆ اسلامی طریقے سے ہونے والی شادیوں کا عدالت میں جاکر رجسٹریشن کروانا لازمی کر دیا گیا اور اسلامی قوانین کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔

اسپین میں اختیار کیا گیا ہر طریقہ اس وقت ہندوستان میں نہایت ہوشیاری اور منظّم طریقے کے ساتھ آزمایا جا رہا ہے۔اسپین میں مسلمانوں کا مذاق اڑایا گیا،ان کی تذلیل کی گئی اور ان پر مسلسل حملے کیے جاتے رہے۔مسلمانوں کی معیشت برباد کرنے کے لیے ان کی دوکانوں اور مکانوں کو نذرِ آتش کرنے کے لیے اسپین کے لوگوں کو ترغیب دی گئی ۔مسلمانوں کے عیسائیت قبول کرنے کی علامتی تقریبات منعقد کر کے ان کی تشہیر کی گئی۔ہندوستان میں ہر طرح کے ہندو نازی،آریہ سماج، راما کرشن مشن، وشو ہندو پریشد وغیرہ بالکل یہی کام انجام دے رہے ہیں۔اسپین کے مسلمانوں کی پہلی دو نسلوں نے اپنے بچوں کو گھروں اور مساجد میں عربی پڑھا کر اور زبانی طور پر انہیں حقیقت سے روشناس کروا کر اپنے مذہب کی حفاظت کا غیر فعال طریقہ اختیار کیا مگر آہستہ آہستہ ان کا جذبہ سرد پڑتا گیا۔جب یہ حکم نافذ ہوا کہ شادی صرف سرکاری اداروں کے ذریعہ ہی کی جاسکیں گی تو

شروع شروع میں مسلمان دو تقریبات منعقد کرتے رہے۔ ایک سرکاری ادارے میں اور دوسری اپنے گھروں پر۔ اسلامی طریقے سے آہستہ آہستہ دوسری تقریب پر پابندی عائد کردی گئی۔ اور گھروں میں منعقد کی جانے والی یہ تقاریب بھی غائب ہوگئیں اس دوران مسلم قیادت کے ساتھ مسلمانوں کا رابطہ ختم ہوگیا اور مسلم اشرافیہ نے بڑی تعداد میں ترکی، تیونس، مراکش اور مصر کی جانب ہجرت کر لی جہاں جذبہ ہمدردی کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ اسپین کے غریب مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا بالکل یہی سب کچھ ہندوستان میں ہورہا ہے۔ امیر اور انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان برہمنی اثر قبول کرتا جارہا ہے۔ اس نے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی نقالی شروع کردی ہے۔ کیونکہ وہ غریب مسلمان (جو ۹۵ رفیصد ہیں) بدحال بستیوں میں رہتے ہیں اور مراعات یافتہ طبقہ کی بہ نسبت وہ اسلام پر زیادہ عمل کرتے ہیں۔ مسلم کش فسادات میں انہیں لوگوں کی جانیں جاتی ہیں۔

اسپین میں جو بیج نصف صدی کے پہلے حصے میں بوئے گئے تھے، نصف صدی کے بعد ان کی فصل پوری طرح پک کر تیار ہوگئی تھی۔ اب مسلمانوں کی حفاظت کرنے کے لیے نہ کوئی قیادت باقی رہ گئی تھی اور نہ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی بابصیرت شخصیت رہ گئی تھی۔ مذہبی قائدین، جنہیں دینیات کے علاوہ کسی اور چیز کا علم نہیں تھا، انہوں نے صورت حال سے نمٹنے کی بھرپور کوشش کی مگر حکومتی اداروں کے پروپیگنڈے، اس کی جانب سے دیا گیا لالچ، عیسائیت قبول کرنے کے عوض بڑی بڑی پیش کشوں، اسلامی اقدار سے عوام کی ناواقفیت اور ان کے ذہنوں میں منظم طریقہ سے پیدا کی گئی احساس کمتری کے سامنے علما کی کوششیں بہت کمزور تھیں۔

اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے سیاسی قیادت اور ایسی تنظیموں کی ضرورت تھی جن کے پاس حالات سے نمٹنے کے لیے وسائل دستیاب ہوں۔ جن مسلمانوں نے ترکی اور مصر کی مسلم حکومتوں سے مدد لینے کی بات کی مسلمانوں نے خود ان کی مخبری حکومت سے کی۔ مسلمانوں میں لڑنے کی خواہش کی عدم موجودگی کی وجہ سے کوئی بھی مسلم ملک ان کی مدد نہ کرسکا۔ جو مسلمان ترکی اور مصر ہجرت کر چکے تھے انہیں ان حکومتوں کو اسپین کے مسلمانوں کی مدد کرنے کا خیال دل سے نکالنے کا مشورہ دیا کیونکہ ان کی سوچ کے مطابق اس سے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم میں مزید شدت آجاتی۔ انہیں ایک احمد شاہ ابدالی کی ضرورت تھی مگر اس کا وہاں کوئی وجود نہیں تھا۔ عام مسلمان اسپین کے قومی دھارے میں شامل ہوگئے اور بے روزگار ہوجانے کی وجہ سے ملا (مذہبی قائدین) اسپین چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے۔ جن مسلمانوں کو اعتقاد کے لحاظ سے سخت سمجھا جاتا تھا ان کا آخری قافلہ اسپین کو الوداع کہہ کر ۱۶۱۲ء میں وہاں سے روانہ ہوگیا۔

ہندوستان میں بھی سیاسی قیادت ان پارٹیوں کی دم چھلہ بن گئی جن کی قیادت اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔۔۔۔۔ ہندوستان میں ''تجربہ اسپین'' پوری توانائی اور فعالیت کے ساتھ اپنایا جارہا ہے۔ اردو زبان، جو ہندوستان میں اتنی ہی اسلامی ہے جتنا اسپین میں عربی اسلامی تھی، کو ختم کیا جارہا ہے۔۔۔۔۔ (دلت وائس ۱۵ مارچ ۱۹۸۵ء)

یہ لوگ عوام میں پہنچنے کے بجائے نفسیاتی اور جسمانی گوشہ نشینی کا سہارا لے رہے ہیں مسلمانوں کی جانوں اور املاک کی حفاظت کرنے کی غرض سے اٹھائے جانے والے کسی بھی قدم کو فرقہ واریت

کا نام دے دیا جاتا ہے۔کوئی مسلمان اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی تائید نہ بھی کر رہا ہو بلکہ ان کی محبت کا ڈھونگ کر رہا ہو تو اسے ''نیشنلسٹ مسلم'' سمجھا جاتا ہے۔مسلم عوام اور تعلیم یافتہ امیر مسلمانوں کے درمیان فاصلہ دن بدن بڑھتا چلا جارہا ہے۔مسلمان قیادت خود بھی مسلمانوں کے قتل عام کو فطری بات سمجھتی ہے۔جب کبھی بھی اس قسم کے مسائل کو بین الاقوامی پلیٹ فارمز پر اٹھایا جاتا ہے تو اسے ہندوستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے تعبیر کیا جاتا ہے، تعلیمی نصاب سے مسلم تاریخ خارج کر دی گئی۔نامور مسلمان جن کی اموات ہندوستان میں اور ہندوستان کے لیے ہوئیں ان کے نام لینے سے گریز کیا جاتا ہے۔ٹیپو سلطان جس کی شہادت ہندوستان کے لیے ہوئی نئی نسل اس تک کے نام سے ناآشنا ہے۔اس کے برعکس تاتیہ ٹوپے،جس نے ہندوستان کے لیے نہیں بلکہ اپنی پینشن کے لیے جنگ کی تھی اور جھانسی لکھچمی بائی جو اپنے سوتیلے بیٹے کو اپنے تخت کا وارث بنانے کے لیے لڑی تھی،ان کے نام ہر ہندوستانی کے لبوں پر ہیں۔سائنس،طب،موسیقی،آرٹ کی خدمت یا بہادری کے لیے کسی مسلمان کو انعام نہیں دیا جاتا انتہاء تو یہ ہے کہ مولانا آزاد قدوائی،سید محمود،ہمایوں کبیر وغیرہ جنہوں نے حکمراں پارٹی کانگریس کے پرچم تلے ملک کی آزادی کی لڑائی لڑی، ان کے ناموں پر کسی سڑک کا نام نہیں رکھا جاتا۔تاریخ دوبارہ لکھی جا رہی ہے۔(Falsifying Indian History یعنی ''تاریخ ہند کو جھوٹ سے آلودہ کرنے کا عمل'' دلت وائس ۱۶ اپریل ۱۹۸۵ء) مسلمانوں کو روزانہ مارا جارہا ہے اور ان کے مکان اور املاک جلائے جارہے ہیں۔فوج،پولیس اور انتظامیہ کے دروازے ان کے لیے بند ہیں۔اس کے باوجود اسلام کی حفاظت کی خاطر مسلم تنظیمیں خود روگھاس کی طرح وجود میں آتی چلی جارہی ہیں۔ہر کوئی اسلام کی حفاظت کے لیے فکرمند ہے،کوئی بھی مسلمانوں کی حفاظت نہیں کرنا چاہتا۔ہم اس بارے میں واقعی فکرمند ہیں۔

حکمراں طبقے کی پالیسیوں کی مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں اور اسپین میں فرڈیناںڈ اور ازابیل کی پالیسیوں میں بہت زیادہ مماثلت ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ ۲۰رویں صدی میں اقوام متحدہ کے منشور برائے انسانی حقوق اور بین الاقوامی رائے عامہ کی وجہ سے اعلیٰ ذات کے ہندوز زیادہ تیز اور مکاری میں زیادہ سلیقہ مند ہیں۔آئے دن منظّم مسلم کش فسادات میں جانی اور مالی نقصان، سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں میں خوف کی کیفیت،دفاع،افواج اور پولیس میں مسلمانوں کا سفایا کر کے ان شعبوں میں برہمنی سوچ کا فروغ دیا جانا،سرکاری نوکریوں اور اداروں میں تقرری کے دروازے مسلمانوں کے لیے بند کر دینا،تعلیم اور ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ میں برہمنی سوچ کا پھیلا دیا جانا،۱۹۴۷ء-۴۸ میں،پنجاب،ہریانہ،یوپی،بہار اور مدھیہ پردیش،مہاراشٹر، آندھرا پردیش اور کرناٹک کے کچھ علاقوں میں اردو زبان کا خاتمہ، آہستہ آہستہ اردو اسکولوں کا بند کیا جانا یہ سب مسلم دشمن پالیسیوں کی واضح مثالیں ہیں،نفسیاتی جنگ کے محاذ پر مسلم پرسنل لاء جسے اب یکساں سول کوڈ کا نام دے کر اسے تحلیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے،ہندو ثقافت کی بڑائی کا شور،ملک کی ترقی اور تعمیر میں مسلمانوں کی خدمات کو کم کر کے دکھانے کے لیے بدنام زمانہ مسلم دشمن شخصیات مثلاً ''بی جی تلک،مدن موہن مالویہ،ویر ساورکر،لالہ

لاجپت رائے کو بطور ہیرو پیش کرنا، ہندوستانی تاریخ دوبارہ لکھنا، جو کاروبار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں مثلاً گوشت کا کاروبار اسے گناہ بتا کر گائے کی حفاظت کی پالیسیوں کو فروغ دینا اور مسلمانوں کے ذریعہ امپورٹ ایکسپورٹ کے کاروبار کو اسمگلنگ سے تعبیر کرنا یہ وہ حرکتیں ہیں جن سے ہندوستان کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے۔جس سے مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے،مسلم اکثریتی حلقہ انتخاب کو مختلف طریقوں سے تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں کے ووٹ بے وزن ہو جائیں اور ان علاقوں پر ایسے انتہاء پسند سیکولر مسلم لیڈروں کو مسلط کر دیا جاتا ہے جنہوں نے اب گائے کی پرستش شروع کر دی ہے اور ان مناظر کو باقاعدہ ٹیلی ویژن پر دکھایا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے حکومت سے ناامید مسلم قائدین ہندوؤں پر مزید انحصار کرنے لگتے ہیں اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ (دلت عوام اس پروپیگنڈے کا سب سے زیادہ شکار ہیں)۔اس وقت تو محض بیج بوئے جا رہے ہیں فصل کاٹے جانے کا وقت تو ابھی آنا ہے اور فصل کاٹے جانے کے وقت ہندوستان میں جو کچھ کاٹا جا رہا ہوگا وہ وہی ہوگا جو اسپین میں ہو چکا ہے۔الا یہ کہ مسلمان جلدی سے جوابی اقدامات کی تیاری کر لیں۔یہی وقت ہے جب مسلمان یا ان میں دانشمند حضرات اٹھ کھڑے ہوں اور ہندوستان میں اسپین کی تاریخ دھرائے جانے کو روک دیں۔اسلام کی حفاظت ہمیشہ عوام نے کی ہے نہ کہ اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والوں نے۔ دولتمند مسلمانوں کا تناسب (کچھ استثناؤں کے علاوہ) پانچ فیصد بھی نہیں ہے جو استحصال کرنے والے اعلیٰ ذات والوں کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں۔ہوسکتا ہے یہ طبقہ اسلام کی باتیں کرتا ہو مگر مسلمانوں کو بھول چکا ہے۔براہ مہربانی یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مذہب اپنے ماننے والوں کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ مذہب کے ماننے والے مذہب کی حفاظت کرتے ہیں۔یاد رکھیں کہ ہندوستان میں اسلام کو بچانے کے لیے مسلمانوں کو بچانا پڑے گا''۔

(سوشل میڈیا پر وائرل مضمون)

مذکورہ بالا معروف صحافی کے اس مضمون کو پڑھیں،غور کریں اور پھر موجودہ ہندوستانی سیاست دانوں کے ذریعہ اس ملک میں نفرت پھیلانے کا کام کیا جا رہا ہے۔اس سے موازنہ کریں تو آپ یہ نتیجہ بخوبی اخذ کر سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا مضمون نگار صحافی نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے حسی وجود کے ساتھ ہمارے اردگرد رونما ہو رہا ہے۔آج موقع پرست ان سیاست داں حضرات نے ہندوستانی باشندوں کو آپس میں جس طرح تقسیم کر رکھا ہے وہ ہرگز ہرگز ہمارے اس پیارے ملک ہندوستان کے مفاد میں نہیں۔نفرت کا بیج بو کر ان مفاد پرست سیاست کرنے والوں نے ہم ہندوستانیوں کو آپس میں ایک دوسرے سے اس طرح دست بگریباں کر دیا ہے کہ ہم آئے دن آپس ہی میں الجھتے رہتے ہیں اور ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے کچھ نہیں کر پاتے۔ہماری جو انرجی اور ہماری جو طاقت و قوت متحدہ طور پر ہندوستان کی تعمیر و ترقی کے لیے خرچ ہونا چاہیے تھی وہ ہم آپس کے جھگڑوں اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت پھیلانے کی منصوبہ بندیوں پر خرچ کر رہے ہیں۔ایسے میں ہر وفادار ملکی شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ ان سیاست داں حضرات کے گھناؤنے سیاسی ہتھکنڈوں سے خود بھی بچے، ملکی باشندوں کو بھی بچائے اور ملک کو بھی ان کی چیرہ دستیوں سے باہر نکالے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی غیب سے مدد فرمائے۔

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرار الحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا ۶۴ اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا ۶۵ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔ بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہاں سے ۶۶ یہ ایک نسل ہے دوسرے سے ۶۷ اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ جب عمران کی بی بی نے عرض کی ۶۸ اے رب میرے میں تیرے لئے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے ۶۹ تو مجھ سے قبول کر لے۔ بیشک تو ہی ہے سنتا جانتا۔ (سورۂ آل عمران پ ۳، ع ۱۱، آیت ۳۰ تا ۳۵)

تفسیر: ۶۴ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع و فرماں بردار ہو اور حضور کی اطاعت اختیار کرلے۔ **شان نزول** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے پاس ٹھہرے جنہوں نے خانۂ کعبہ میں بت نصب کئے تھے اور انہیں سجا دھجا کر انہیں سجدہ کر رہے تھے حضور نے فرمایا اے گروہ قریش خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے دین کے خلاف ہو گئے ہو۔ قریش نے کہا ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ محبت الٰہی کا دعویٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع و فرمانبرداری کے بغیر قابل قبول نہیں جو اس دعویٰ کا ثبوت دینا چاہے حضور کی غلامی کرے۔ حضور نے بُت پرستی کو منع فرمایا تو بُت پرستی کرنے والا حضور کا نافرمان اور محبت الٰہی کے دعویٰ میں جھوٹا ہے ۶۵ یہی اللہ کی محبت کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بغیر اطاعت رسول نہیں ہو سکتی۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی ۶۶ یہود نے کہا تھا کہ ہم حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کی اولاد سے ہیں اور انہیں کے دین پر ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اسلام کے ساتھ برگزیدہ کیا تھا اور تم اے یہود اسلام پر نہیں ہو تو تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے ۶۷ ان میں باہم نسلی تعلقات بھی ہیں اور آپس میں یہ حضرات ایک دوسرے کے معاون و مددگار بھی ہیں ۶۸ عمران دو ہیں ایک عمران بن یَصْھُر بن فاہث بن لاوی بن یعقوب یہ تو حضرت موسیٰ و ہارون کے والد ہیں۔ دوسرے عمران بن ماثان یہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ حضرت مریم کے والد ہیں۔ دونوں عمرانوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے۔ یہاں دوسرے عمران مراد ہیں ان کی بی بی صاحبہ کا نام حنّہ بن فاقوذا ہے یہ حضرت مریم کی والدہ ہیں۔ اور تیری عبادت کے سوا دنیا کا کوئی کام اس کے متعلق نہ ہو۔ بیت المقدس کی خدمت اس کے ذمہ ہو۔

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں** مدظلہ العالی
سربراہ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر ،سوداگران بریلی شریف

حدیث : عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ .رواه الطبرانی فی معجم الاوسط بسند حسن

ترجمہ :حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے سورج کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے لئے چلنے سے رک جائے وہ فورا رک گیا۔

(طبرانی وشرح الشفا ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مع نسیم الریاض ج سوم ص ۱۳)

حدیث :عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِسْتَنَدَ اِلٰى جِذْعِ نَخْلَةٍ مِنْ سَوَارِى الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ صَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِىْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَأِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِىْ يُسْكِتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ .

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم جب مسجد میں خطبہ پڑھتے تو کھجور کے اس تنے پر جو ستون (کھمبا) کے طور پر مسجد میں کھڑا تھا کمر لگا لیتے پھر جب منبر تیار ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر خطبہ پڑھنے کے لئے رونق افروز ہوئے تو وہ ستون جس سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ فرمایا کرتے تھے فراق نبی میں چیخ اٹھا اور قریب تھا کہ وہ شدتِ اضطراب سے پھٹ جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اترے یہاں تک کہ اس ستون کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا پھر اس ستون نے بالکل اس بچہ کی طرح رونا اور بلبلانا شروع کر دیا جس کو تسلی و دلاسا دے کر خاموش کرایا جاتا ہے (اس کے رونے کی آواز تمام حاضرین مسجد سن رہے تھے) آقا کریم ﷺ نے بھی اس کو تسلی دیکر خاموش کیا یہاں تک کہ اس ستون کو قرار حاصل ہوا۔

(بخاری شریف۔مشکوۃ ص ۵۳۶)

حدیث :عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِىْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَ لَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔

ترجمہ:حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ میں تھا۔پھر سرکار اقدس اور ہم مکہ شریف کے گردونواح میں گئے تو جس پہاڑ اور درخت کا بھی سامنا ہوتا تو وہ عرض کرتا السلام علیک یا رسول اللہ۔

حدیث :عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوْا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَاَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَأَوْ حِرَاءَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ :حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ مکہ والوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو سرکار اقدس نے چاند کے ٹکڑے فرما کر انہیں دکھا دیا یہاں تک کہ مکہ والوں نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

(بخاری۔مسلم،مشکوۃ ص ۵۲۴)

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج، تحقیق:- حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بہتان تراشی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید مسجد کا امام ہے امام صاحب سے حلال وحرام کی بات چیت ہوتے ہوئے امام نے فرمایا کہ حرام مال سے کوئی عالم نہیں بچا ہے یہ لفظ امام کو کہنا کیسا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اور مسجد کا امام بنانا کیسا ہے۔

المستفتی: امیر الدین پیلی بھیت۔

الجواب: ایسے کہنے سے توبہ کرے بعد توبہ اسے امام برقرار رکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلاثبوت کسی چیز کو حرام کہنا

علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ زید مسجد کا امام ہے اور جبہ حرام کمائی کا پہن کر نماز پڑھاتا ہے جبکہ لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ یہ واقعی حرام کمائی کا ہے کیونکہ جس نے جبہ دیا ہے اس کے یہاں جوا ہوتا ہے۔ امام کو وہ جبہ پہن کر نماز پڑھانا چاہئے؟

المستفتی: نصیر الدین پیلی بھیت

الجواب: بلاثبوت وتحقیق اس جبہ کو حرام کمائی کا بتانا غلط اور گناہ ہے اور اگر یہ تحقیق ہو کہ اسے جوا کھیلنے والے نے دیا ہے تو بھی اس کا حرام ہونا ثابت نہیں۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **بہ ناخذ مالم تعرف شیئا حراما بعینہ** اور اگر یہ بھی معلوم ہو جب کہ وہ بعینہ جوئے کی رقم تھی جب بھی اس کا حرام ہونا ثابت نہ ہوگا کہ ہوسکتا ہے کہ عقد ونقد جمع نہ ہوا ہو۔ ہاں اور واقعی وہ جبہ حرام پیسے سے اس طرح بنایا گیا ہے کہ عقد ونقد جمع ہو گئے ہیں تو اسے پہن کر نماز پڑھانے سے نماز مکروہ وواجب الاعادہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

۱۳؍رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ

بعد نماز سلام پڑھنے کا حکم

علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بعد نماز فجر مسجد میں سلام پڑھنا کیسا ہے اور ہمارے یہاں کچھ صاحبان سلام پڑھنے پر اعتراض کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ سلام پڑھتے وقت جو لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں ان کی نماز میں خلل آتا ہے۔ لہٰذا نماز کے بعد مسجد میں سلام نہیں پڑھنا چاہیے جبکہ عام طور پر شہروں اور قصبوں میں دیکھا گیا ہے کہ اکثر جمعہ اور فجر کی نماز کے بعد لاؤڈ اسپیکر سے صلاۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔

الجواب: جب لوگ نماز سے فارغ ہولیں اس وقت سلام پڑھا جائے۔ نماز کے وقت منع ہے جبکہ اتنی بلند آواز سے ہو کہ نمازی کو اس کی آواز سے تشویش لاحق ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

۱۱؍شوال المکرم ۱۳۹۲ء

دارالافتاء منظر اسلام بریلی شریف

اعلیٰ حضرت کی تنقیدات۔اشرفعلی تھانوی کی کتاب بہشتی زیور پر

دوسری وآخری قسط

از۔میثم عباس قادری رضوی، پاکستان

حضرت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کی کتاب ''اِصلاحِ بہشتی زیور'' کی پروف ریڈنگ کے دوران اچانک ایک دن خیال آیا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت نے اپنی تحریرات میں جہاں جہاں اشرفعلی تھانوی کی کتاب ''بہشتی زیور'' میں درج غلط عقائدومسائل کے متعلق حکمِ شرعی بیان کیے ہیں، وہ سب یکجا کر دیئے جائیں۔اِسی خیال کوعملی جامہ پہنانے کے لیے اس مقالہ کومرتب کیا۔یہاں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ: ا۔اس میں سیّدی اعلیٰ حضرت کاایک نایاب فتویٰ شامل ہے،جوراقم کی تحقیق کے مطابق '' فتاویٰ رضویہ'' کی کسی اشاعت میں طبع نہ ہوسکا۔۲۔پہلے فتویٰ کےعلاوہ تمام فتوے،''فتاویٰ رضویہ''مطبوعہ''رضافاونڈیشن، جامعہ نظامیہ،اندرون لوہاری دروازہ،لاہور'' سےنقل کیے گئے ہیں۔اس لیے جن عربی عبارات کے آخرمیں''ت'' لکھاہے،وہ ترجمہ''رضافاونڈیشن، جامعہ نظامیہ،لاہور'' کی طرف سے کیاگیاہے۔۳۔کچھ مقامات پرالفاظ راقم نے درج کیے ہیں،ان کوڈبل قوسین(( )) میں لکھاہےتاکہ اصل سےامتیازرہے۔

(میثم عباس قادِری رضوی)

(٦) کتاب''بہشتی زیور'' کواچھا کہنے والا دیوبندی ہے:

اعلیٰ حضرت کافتویٰ:۔

مسئلہ ۲۱۳ و ۲۱۷: از اسٹیشن بھوجی پورہ، آر۔ کے۔آر۔ مسئولہ محمد صدیق دکاندارسگریٹ وبساط خانہ ۲۸صفر۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امامت کرتاہے اور پڑھالکھا بھی ہے،لڑکوں کو پڑھاتا بھی ہے، کچھ مسئلہ مسائل بھی جانتاہے،اپنے آپ کواہلِ سنت وجماعت کہتاہے، بریلی میں جوجلسہ ۱۷/اکتوبر۱۹۲۰ءکوخلافتِ اسلامیہ کے نام سے ہوا، جس میں شوکت ومحمد علی ومولانا ابوالکلام آزاد ومسٹر گاندھی وغیرہ نے تقریریں کیں، اس جلسہ میں وہ شریک ہوا، اس جلسہ کی وہ بہت تعریف کرتاہےاور کہتاہے کہ:

(۱) اس جلسہ میں بہت اچھا بیان ہوا،اس جلسہ میں علما تھے،اس میں مکہ شریف، مدینہ شریف اورعرب شریف سے ترکوں کی خلافت چلے جانے اور چھن جانے کے حالات بیان ہوئے اور یہ بھی بیان ہوا کہ ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآنِ پاک سے ثابت ہے، اور ان کے بیانات کا جلسہ کے لوگوں پر بہت اثر ہوا، اکثر روتے تھے، ساری خلقت ہزاروں آدمیوں کا جماؤ تھا، ہندوبھی شریک تھےاورمسلمانوں کا ساتھ دے رہے تھے،سب ایکہ کہ ساتھ کاروائی ہورہی تھی،اور یہ بھی کہتاہے کہ

(۲) انگریزوں سے دوستی اوران کی نوکری اوران کے اسکولوں میں پڑھنے کی اوراسلامی مدرسے کھولنے کی منادی ہوگئی، یہ بھی کہتاہے کہ

(۳) بریلی کے اعلیٰ حضرت نے فتویٰ دیاہے کہ ترکوں کی خلافت صحیح نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہتاہے کہ اعلیٰ حضرت نے فتویٰ دیاہے کہ

(۴) جوکوئی جلوس وجلسۂ خلافت میں جائے گااس کی بیوی نکاح سے

باہر ہو جائے گی، وہ کافر ہو جائے گا، جب دیوبند کی بابت سوال کیا گیا تو کہتا ہے کہ

(۵) میں نہ اس کا مرید ہوں اور نہ بُرا کہتا ہوں، دیوبند کے مدرسہ کی تعریف کرتا ہے، ''بہشتی زیور'' وغیرہ کتابیں اس کے پاس موجود ہیں، تو اب علما سے سوال یہ ہے کہ شخص جو کہ خلافتِ ترکی صحیح مانتا ہے اور شریف صاحب کو بوجہ ترکوں سے جُدا ہونے کے بُرا سمجھتا ہے اور جس کی باتیں اور خیالات اوپر بیان ہوئے، کیسا ہے؟ اس جملہ مذکورہ بالا میں شریک ہونا کیسا ہے؟ اور اس شخص کے کون کون سے خیالات وعقیدے بُرے ہیں؟، خدا وخدا کے رسول کے نزدیک ایسے خیالات رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں تا کہ جو خیالات اس کے بُرے ہوں ان سے اہلِ سنت وجماعت بچنے کی کوشش کریں، جواب مہری ودستخطی ہونا چاہیے۔

الجواب:- جو شخص پڑھا لکھا ہو کر مدرسۂ دیوبند کی تعریف کرے اور دیوبندیوں کی نسبت کہے کہ میں ان کو بُرا نہیں کہتا۔ اس قدر اس کے مسلمان نہ ہونے کو بس ہے، علمائے کرام حرمین طیّبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ کفار، مرتد ہیں، اور فرمایا: من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر (حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْن، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور) ''جو اُن کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر''۔ تعظیمِ مشرک کے جلوس میں شریک ہونا ضرور حرام ہے، اس کی یہاں سے ممانعت پیش کی گئی اور یہ افترا ہے کہ مطلقاً شریک ہونے والے کا نکاح باطل بتایا گیا، مگر اس افترا کا عجب کیا ہے جبکہ وہ خود اس مفتری جلسہ کو پسند کرتا ہے اور اس کے افترا کا خود ناقل ہے کہ ''ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن سے ثابت ہے'' حالانکہ قرآنِ عظیم جا بجا اس کے خلاف پر ناطق ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے، اور اسے امامت سے علیحدہ کرنا فرض ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، صفحہ ۵۹۵، ۵۹۶، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

(۷) حرمین شریفین کے علمانے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جو مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی (مؤلف حفظ الایمان وبہشتی زیور) کے کفر پر واقف ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے: اعلیٰ حضرت

مسئلہ ۲۷۶ و ۲۷۷: از: رادھن پور گجرات، قریب احمد آباد، مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب، ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے: ''اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو اپنے کلامِ پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں'' اور کبھی اس طرح کہتے تھے: ''ارشاد فرماتا ہے'' کہیں تو ''اللہ فرماتے ہیں'' اور کہیں ''اللہ فرماتا ہے''، ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر، شرک تو لازم نہیں آتا؟ یا آتا ہے؟، گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں؟، اور کتابوں کے مصنّف نے ''اللہ فرماتے ہیں'' کیوں نہیں لکھا؟ اور ''فرماتا ہے'' لکھا، کیا وجہ؟

(۲) ابھی چند روز کی بات ہے کہ ایک شہر سے فتوے آئے ہیں، اس میں کئی مُہریں ہیں، اس میں لکھا ہے کہ ''بہشتی زیور'' سے اِنکار کرنے

والا کافر ہے، اس کی عورت بھی نکاح سے خارج ہوگئی، اِقرار واِنکار کرنے والے مسلمان ہی ہیں، مسلمانوں کو کافر کہنا جائز ہے؟ جنھوں نے مسلمانوں کو کافر کہا اسے کیا (کہنا) چاہیے؟۔

الجواب: (۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ضمائرِ مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد فرد وتر ہے اور تعظیما ضمائرِ جمع میں بھی حرج نہیں، اس کی نظیر قرآنِ عظیم میں ضمائرِ متکلم ہیں، تو صد ہا جگہ ہے: (مثلاً)

اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّكْرَوَاِنَّالَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (اَلْحِجر:۹)

''بیشک ہم نے اُتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں''۔(ت)

اور ضمائرِ خطاب میں صرف ایک جگہ ہے، وہ بھی کلامِ کافر سے کہ عرض کرے گا: رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا (اَلْمُؤمِنُونَ:۹۹،۱۰۰) (''اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجیے، شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں''۔ت) اس میں علما نے تاویل فرمادی کہ یہ ارجع کی جمع باعتبارِ تکرار ہے یعنی ارجع ارجع ارجع، ہاں ضمائرِ غیبت میں بے ذکرِ مرجع صیغِ جمع فارسی، اور اُردو میں بکثرت بلانکیر رائج ہیں۔ ع

آسماں بارِامانت نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

(آسمان امانت کا بوجھ نہ اُٹھاسکا، قرعہ فال مجھ دیوانے کے نام نکلا۔ت)

ع سعد یا روز اول جنگ بہ ترکاں دادند

(اے سعدی! روزِ اوّل سے جنگ ترکوں کو دے دی گئی ہے۔ت)

زرُویت ماہ تاباں آفریدند

زقدت سرو بستاں آفریدند

(تیرے چہرۂ اقدس سے روشن چاند پیدا ہوتے ہیں۔ تیرے قدِ انور سے باغ کے سرو اُگتے ہیں۔ت)

ایسی جگہ لوگ کارکنانِ قضاء وقدر کو مرجع بتاتے ہیں، بہرحال یُونہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مگر اس میں کفر وشرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا، نہ گناہ ہی کہا جائے گا، بلکہ خلافِ اولیٰ۔

(۲) مسلمان کو کافر ٹھہرانا کفر ہے مگر اس کی کیا شکایت کہ ''بہشتی زیور'' کا مصنّف اور اس کے ماننے والے وہی ہیں جن کو علمائے حرمین شریفین فرما چکے کہ ''جو اِن کے کُفر میں شک کرے، خود کافر ہے'' (**حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْن**، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈا اسٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور)۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد۱۴، صفحہ ۶۴۸، ۶۴۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

(۸) مسلمانوں کی اَرواح کے اپنے گھروں میں آنے سے اِنکار پر مشتمل ''بہشتی زیور'' میں درج مولوی اشرفعلی تھانوی کے مؤقف کا مدلّل ردّ، اور مولوی اشرفعلی تھانوی کا اپنے مؤقف کے دفاع سے فرار:

مسئلہ ۳۲۴: از قصبہ کسیر کلاں ڈاک خانہ خاص ضلع بلند شہر، مرسلہ عبدالشکور صاحب، ۵ رمضان ۱۳۳۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طریقت شعار حقیقت آثار جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں

صاحب **دام ظلکم و فضلکم**، بعد ابلاغِ سلامِ مسنون الاسلام کے گزارش ہے، کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالاتِ ذیل میں کہ ''بہشتی زیور'' کے چھٹے حصے میں لکھا ہے کہ ''مُردوں کی روحیں اوقاتِ متبرکہ شبِ جمعہ وغیرہ اپنے گھروں کونہیں آتیں، اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا دیکھو، جب بھی ایسا عقیدہ مت رکھنا''

(بہشتی زیور، چھٹا حصہ، تیسرا باب، عنوان: ان رسموں کا بیان، جو کسی کے مَرنے میں برتی جاتی ہیں، صفحہ ۶۸، مطبوعہ مطبع انتظامی، کانپور۔ اشاعت ۱۹۱۸ء۔ ایضاً صفحہ ۵۰۲، مطبوعہ المکتبۃ المدنیۃ، ۱۷۔ اردو بازار، لاہور)

باوجود احادیثِ صحیحہ اور اکثر روایاتِ کُتُبِ معتبرۂ اہلِ سنت و جماعت سے ارواح کا آنا ثابت، اس باب میں ہر چند مولوی اشرف علی تھانوی سے ان سب کتابوں کے اسمائے طیبہ وحوالہ جات جن سے ارواح کا آنا ثابت، لکھ کر دریافت کیا کہ کیا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں؟، اگر ایسی ویسی نہیں تو ان کو ایسی ویسی کہنے والے کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ اس پر مولوی صاحب نے جو جوابات جملہ خطوں کے بغیر دستخط اپنے تحریر فرمائے ہیں وہ قابلِ ملاحظہ حضور ہیں، لہٰذا ہر ایک خط کی نقل مع جواب اس کے تحریر کی جاتی ہے۔

(عزیزی منظور **مدعمرہ** کا پہلا خط بنام مولوی اشرف علی تھانوی)

جناب مولوی صاحب بعد السلام علیکم! عرض ہے کہ جناب کی بعض تصنیفات مثل ''بہشتی زیور'' وغیرہ میں جملہ رسومِ مروجۂ اہلِ اسلام مثلاً قیامِ میلاد شریف، و اعراسِ بزرگانِ دین وتعینِ گیارھویں شریف وطریقِ نیاز ایصالِ ثوابِ میت اور دُعا کے لیے بروقتِ فاتحہ ہاتھ اُٹھانا اور میت کا تیجا، دسواں، بیسواں، چہلم، سہ ماہی، ششماہی، برسی، سات جمعراتیں کرنا، اور بزرگوں سے اِستمداد چاہنا اور ان کے مزاروں پر چادریں چڑھانا اور عورتوں کو قبورِ اولیائے کرام پر بغرضِ زیارت کے جانا وغیرہ وغیرہ ناجائز و بدعت لکھا ہے، اور ان ایام میں ہماری طرف ایک رسالۂ موسومہ ''مفیدِ آخرت'' حصہ اوّل ودُوم چھپ کر شائع ہوئے ہیں، بغرضِ ملاحظہ جناب ہمراہ تحریرِ ہٰذا اِرسال ہیں، اِن دونوں حصوں میں امورِ متذکرہ بالا کو بہ دلائلِ احادیث واقوالِ مشائخِ کرام، علمائے عظام وروایاتِ فقہ، جائز ومستحسن ثابت کیا گیا ہے اور نیز جناب نے ''بہشتی زیور'' کے حصہ چھ کے اس بیان میں جس میں ان رسموں کے بیان ہے جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں، لکھا ہے:

''بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ان تاریخوں اور جمعرات کے دن اور شبِ برأت وغیرہ کے دنوں میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں، اِس بات کی بھی شرع شریف میں کچھ اصل نہیں اور ان کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیونکہ جو کچھ ثواب مُردوں کو پہنچایا جاتا ہے اس کو خود اس کے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، پھر اس کو کون ضرور ہے کہ مارا مارا پھرے، پھر یہ بھی ہے کہ اگر مُردہ نیک اور بہشتی ہے تو ایسی بہار کی جگہ چھوڑ کر کیوں آنے لگا؟ اور اگر بد اور دوزخی، تو اس کو فرشتے کیوں چھوڑیں گے کہ عتاب سے چُھوٹ کر سیر کرتا پھرے؟، غرض یہ بات بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے، اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو، تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا، جس کتاب کو عالم سند نہ رکھیں، وہ بھروسہ کی نہیں ہے۔''

(بہشتی زیور، چھٹا حصہ، تیسرا باب، عنوان: ان رسموں کا بیان، جو کسی کے مَرنے میں برتی جاتی ہیں، صفحہ ۶۸، مطبوعہ مطبع انتظامی، کانپور۔

اشاعت ۱۹۱۸ء۔ ایضاً صفحہ ۵۰۲، مطبوعہ المکتبۃ المدنیۃ، ۱۷۔ اردو بازار، لاہور)

برخلاف اس کے جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب رام پوری نے اپنی کتاب ''عمدۃ الفائحہ'' میں ارواحِ موتی کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا احادیث وکتبِ فقہ، اقوالِ مشائخ کرام وعلمائے عظام سے ثابت کیا ہے، مشتِ نمونہ وہ روایات بھی یہاں لکھی جاتی ہیں، سُنیے،

☆ ''اشعۃ اللمعات'' میں مولانا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں:

''دربعضے روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانۂ خود راشبِ جمعہ پس نظرمی کند کہ تصدق می کنند ازوے یانہ''۔

''بعض روایات میں منقول ہے کہ جمعہ کی رات میت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہیں کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یانہیں''۔ (ت)

(اشعۃ اللمعات، باب زیارت القبور، جلد۱، صفحہ ۷۱۶، ۷۱۷، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

☆ ''دقائق الاخبار'' مصنفۂ حضرت امام غزالی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ میں ہے: ''حضرت ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ جس دن ہوتا ہے دن عید کا، یادن جمعہ کا، یاروزِ عاشورہ کا، یاشبِ نصف شعبان، آتی ہیں رُوحیں مُردوں کی، اور کھڑی ہوتی ہیں اُوپر دروازوں اپنے گھروں کے، پس کہتی ہیں: آیا ہے کوئی کہ یاد کرتا ہے مجھ کو؟، آیا ہے کوئی کہ رحم کرے اوپر ہمارے؟، آیا ہے کوئی کہ یاد کرے غربت ہماری کو؟، اے وہ لوگو! کہ رہتے ہو تم بیچ گھروں ہمارے کے، اے لوگو! اچھے ہوئے تم ساتھ اس کے اور بدبخت ہم ساتھ اس کے ہوئے، اور اے لوگو! کھڑے ہو تم بیچ کشادہ محلوں ہمارے کے، اور ہم درمیان قبروں تنگ کے، اور آیا ہے اے لوگو! ذلیل کیا تم نے یتیموں ہمارے کو، اے لوگو! نکاح کیا تم نے ساتھ عورتوں ہماری کے، آیا ہے کہ یاد کرے کوئی بیچ غربت اور فقر ہمارے کے، اعمال نامے تمھارے کشادہ ہیں اور اعمال نامے ہمارے لپیٹے گئے''

(دقائق الاخبار، عربی، صفحہ ۱۷، مطبوعہ مصر۔ منسوب بہ الامام عبدالرحیم القاضی۔ ایضاً، عربی مع اُردو ترجمہ، صفحہ ۶۰ و ۶۱، مطبوعہ در مطبع قیومی، کانپور۔ مترجم مولوی میر محمد ساکن میرٹھ۔ ایضاً اُردو ترجمہ بنام قُرَّۃُ الابصار، صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ قادریہ سکندریہ، حزب الاحناف، گنج بخش روڈ، لاہور۔ منسوب بہ امام غزالی۔ مترجم: مولانا محبت علی قادری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ)

☆ اور قریب قریب روایت اسی مضمون کی کتاب ''درر الحسان'' میں امام سیوطی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نقل فرماتے ہیں:

وعن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما اذا کان یوم العید ویوم العشر ویوم الجمعۃ الاولی من شھر رجب ولیلۃ النصف من شعبان ولیلۃ الجمعۃ یخرج الاموات من قبورھم ویقفون علی ابواب بیوتھم ویقولون ترحمواعلینا فی ھذہ اللیلۃ بصدقۃ ولوبلقمۃ من خبزفانا محتاجون الیھا فان لم یجدواشیئا یرجعون بالحسرۃ.

(درر الحسان فی البعث والجنان، صفحہ ۱۵، ۱۶، مطبوعہ المکتبۃ الکاسلیۃ، مصر)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جب عید کا دن، دسواں دن، ماہِ رجب کا پہلا جمعہ، شبِ برأت (شعبان کی نصف) اور جمعہ کی رات آتی ہے تو اموات اپنی قبور سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری طرف سے اس رات صدقہ کرو، اگر چہ روٹی کا ایک لقمہ ہی دو، کیونکہ ہم اس کے ضرورت مند ہیں، اگر وہ کچھ صدقہ نہ کریں تو بڑے افسوس سے لَوٹتے ہیں''۔(ت)

☆''دستور القضاۃ'' مصنفۂ صدرالدین رشید تبریزی میں ''فتاویٰ نسفیہ'' سے منقول ہے:

ان ارواح المؤمنین یأتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادون کل واحد منھم بصوت حزین یآاھلی واولادی و اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرنا ولاتنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ھذا المال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فیرجعون منھم باکیاً حزینا ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین اللّٰھم قنطھم اللّٰہ من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ. (دستور القضاۃ، الباب التاسع عشر فی الزیارۃ، صفحہ ۱۴۹، مخطوط)

''اہلِ ایمان کی ارواح ہر جمعہ کی رات اور دن کو اپنے گھروں کے صحن میں آکر غمناک آواز دیتی ہیں: اے میرے گھر والو، اے میری اولاد، اے میرے رشتہ دارو، ہم پر صدقہ کر کے مہربانی کرو، ہمیں یاد رکھو، ہمیں بھول نہ جاؤ، ہماری غربت پر رحم کرو، یہ مال جو تمھارے ہاتھوں میں ہے یہ کبھی ہمارے پاس بھی تھا، پھر وہ غمگین روتے ہوئے واپس جاتے ہیں، پھر ان میں سے ہر کوئی غمگین آواز سے کہتا ہے: اے اللہ! ان کو رحمت سے اسی طرح دُور فرما، جس طرح انھوں نے ہمیں دعا و صدقہ سے مایوس کیا ہے''۔(ت)

☆''اشباہ والنظائر'' احکامِ جمعہ میں مسطور ہے: **وفیہ یجتمع الارواح**۔ (الاشباہ والنظائر، باب احکام الجمعہ، جلد۲، صفحہ ۲۳۹ ادارۃ القرآن، کراچی) یعنی ''جمعہ کے دن رُوحیں اکٹھی ہوتی ہیں''۔

☆''**روضۃ الریاحین**'' میں ہے:

مذھب اھل السنۃ ان ارواح الموتیٰ ترجع فی بعض الاوقات من عِلّیین وسجین یاتون الی اجساد ھم فی قبورھم عندما یرید اللہ تعالیٰ وخصوصًا فی لیلۃ الجمعۃ ویجلسون ویتحدثون.

(**روضُ الرّیاحِین فی حَکَایاتِ الصّالِحِین، الحکایۃ الثامنۃ والستون بعد المائۃ**، صفحہ ۱۶۸، مطبوعہ مکتبہ معروفیہ، ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی اسٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ روض الریاحین اُردو ترجمہ بہ نام نزہۃ البساتین، صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ مترجم: مولوی جعفر علی نگینوی۔ ایضاً اُردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۰، مطبوعہ دارالاشاعت، ایم اے جناح روڈ، اُردو بازار، کراچی)

''اہل السنّت کا مذہب یہ ہے کہ اموات کی ارواح جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے عِلّیین اور سجین سے اپنے اجسام کی طرف آتی ہیں خصوصاً جمعہ کی رات، دن میں آپس میں بیٹھ کر گفتگو کرتی ہیں''۔(ت)

بخوفِ تطویل اس قدر ہی روایات پر بس، ورنہ اور بھی کتبِ معتبرہ ''**خزانۃ الروایات**'' اور ''**عوارف المعارف**'' اور ''**تذکرۃ**

الموتی ''مصنفہ قاضی ثناءاللہ صاحب رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ سے ارواحِ موتیٰ کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا ثابت ہے۔ (تذکرۃ الموتیٰ والقبور، فارسی، صفحہ، مطبوعہ نوری کتب خانہ، کانسی روڈ، کوئٹہ۔ ایضاً صفحہ ۳۶، ۳۷، مطبوعہ در مطبع نظامی، کانپور۔ اشاعت: ۱۲۷۹ھ) چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ ''فتاویٰ عزیزی'' ترجمہ ''سرورعزیزی'' میں فرماتے ہیں:

''مُردے اوقاتِ متبرکہ میں مثلاً شبِ قدر اور شبِ جمعہ میں اپنے اُن عزیزوں کے پاس گذرتے ہیں کہ وہ عزیز اُن اموات کو یاد کرتے ہیں''۔ قدرِ ضرورت۔

(فتاویٰ عزیزی، فارسی، جلد۲، صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی۔ ۱۳۲۶ھ۔ ایضاً اُردو ترجمہ، صفحہ ۱۵۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ ''فتاویٰ عزیزی'' ترجمہ ''سرورِعزیزی''، جلد۲، صفحہ ۲۶۲، مطبوعہ مطبع مجیدی، کانپور۔ مترجم: مولوی عبدالواجد نولوی غازی پوری۔ طباعت: ربیع الاول ۱۳۳۲ھ/فروری: ۱۹۱۴ء)

جناب آپ کی عبارتِ بالا دیکھنے اور ان سب روایات کے غور کرنے سے عوام الناس نہایت مبتلائے اوہام اور مشکوک ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آپ کے اقوال قابلِ تسلیم یا یہ جملہ روایاتِ منقولہ اور کتبِ حوالہ جات، روایاتِ منقولہ کو کیا تصور کیا جائے؟، آیا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں جن کی عالم سَنَد نہیں رکھتے؟، یا یہ کہ بھروسہ کی ہیں؟، اور مصنّفینِ کتبِ مذکورہ کے اقوال قابل ماننے کے ہیں یانہیں؟ ''مفیدِ آخرت'' میں جو کچھ تحقیق کیا ہے وہ صحیح ہے یانہیں؟ یا یہ کہ وہی درست ہے جو جناب کی کتاب ''زشتی زیور'' (بہشتی زیور) وغیرہ میں لکھا ہے؟، عنداللّٰہ بواپسی ڈاک جواب باصواب بنظرِ انصاف مستفید فرمایئے تاکہ خاطر جمع ہوں، اللہ آپ کو اس کی جزائے خیر دے گا، جواب کے واسطے ٹکٹ مرسل ہے، ۵ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ۔

(پہلے خط کا جواب از طرف تھانوی):

''السلام علیکم اگر تقلید پر اکتفا ہے تو جو شخص آپ کے نزدیک قابلِ اعتماد ہو اس کا اتباع کیجیے اور اگر تحقیق کا شوق ہے تو یہ خط لے کر تشریف لے آیئے، بشرطیکہ کچھ علومِ دینیہ سے مناسبت بھی ہو''

(دوسرا خط بنام تھانوی):

جناب تھانوی صاحب! السلام علیکم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنا اپنے گھروں کو ارواحِ موتیٰ کا اوقاتِ متبرکہ مثل شبِ جمعہ وغیرہ میں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، جیسا کہ ''اشعۃ اللمعات'' میں ہے:

''دربعضے روایات آمده است که روح میت می آید خانهٔ خود را شبِ جمعه پس نظر می کند که تصدق می کنند از وے یانه''۔

''بعض روایات میں منقول ہے کہ جمعہ کی رات میت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں''۔ (ت)

(اشعۃ اللمعات، باب زیارت القبور، جلد۱، صفحہ ۷۱۶، ۷۱۷، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

اور نیز اکثر کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت وجماعت، فقہ وحدیث وتفاسیر مثلا

''دقائق الاخبار''، ''درر الحسان''،'' دستور القضاۃ''، ''فتاویٰ نسفیہ''،'' اشباہ والنظائر''،'' روضۃ الریاحین''،''خزانۃ الروایات''،'' عوارف المعارف'' ،''تذکرۃ الموتی''،''فتاویٰ عزیزی'' و''تفسیر عزیزی'' میں ارواح کا آنا مسطور، لیکن جناب کی ''زشتی زیور'' (بہشتی زیور) کے حصہ چھ میں ''ارواحِ موتیٰ کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں میں نہ آنا'' اس شدّ ومدّ کے ساتھ مذکور کہ ''اگر ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا'' تو سوال یہ ہے کہ یہ لکھنا جناب کا کس صورت پر محمول کیا جاوے، آیا سب کتابیں مذکور الصدر جن سے ارواح کا آنا ثابت ہے، ایسی ویسی کتب ہیں؟ اور اگر نہیں تو ان کتابوں کو ایسی ویسی سمجھنے والے کے حق میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ عنداللہ غور فرما کر جوابِ حق سے مع مُہر اور دستخط کے دریغ نہ کریئے گا۔۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ۔

(دوسرے خط کا جواب ازطرف تھانوی):

''وعلیکم السلام، چونکہ اندازِ عبارت سے مقصود اعتراض معلوم ہوتا ہے اور جس پر اعتراض کرنا مقصود ہو اس سے استفسار کرنا نامناسب ہے، اس لیے جواب نہیں دیا گیا کیونکہ مقصود استفتاء سے دوسرا ہوتا ہے یعنی طلب حکم العمل، اور ان دونوں غرضوں سے منافات معلوم''۔

(تیسرا خط بنام تھانوی)

''جناب، السلام علیکم، افسوس مسئلہ حل طلب جناب کو دوبارہ لکھا، لیکن جوابِ جواب باوجود یکہ فقیر کو نہ اعتراض مرغوب، نہ کوئی مناظرہ محبوب، بلکہ اظہارِ حق مطلوب، کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت وجماعت جن کے اسمائے طیبہ پچھلے خطوں میں بالتصریح مذکور، جب یہ ایسی ویسی نہیں، تو ان کو ایسی ویسی سمجھنے والے کی نسبت جو حکمِ شرع ہو اس کے لکھنے میں آپ کو کیا تامل ہے؟، ہاں البتہ آپ کے اس لفظ ایسی ویسی کے لکھنے میں شامل ضرور ہوتی ہیں، شاید جس کی وجہ سے اظہارِ حق میں کچھ دریغ ہے، اگر بہ تقاضائے بشریت جناب سے کوئی سہو وخطا اس کلمہ ''ایسی ویسی'' کے لکھنے میں مضمر ہے تو آگاہیت پر ان کلمات کی واپسی میں کیا عذر ہے؟ اور اگر خاص کوئی تاویل ہے تو اس سے عنداللہ مع دستخط ومُہر کے بواپسی ڈاک صاف طور سے عوام کو مطلع فرما دیجیے گا بلحاظ اس کے تاکہ ظن قائم کریں، اگر آپ نے صاف صاف جوابِ جواب بھی نہ دیا تو پھر مجبوراً یہی متصور ہوگا کہ آپ کو کتبِ معلومہ سے انحراف ہے، اس پر پھر جو حکمِ شرعی ہوگا علمائے اہلِ سنت وجماعت سے استفتاء لے کر بذریعہ اشتہار مشتہر کر دیا جائے گا، ۹ فروری ۱۹۱۹ء''۔

(تیسرے خط کا جواب ازطرف تھانوی):

''السلام علیکم، مجھ کو جو کچھ عرض کرنا تھا کر چکا، فقط''۔

جنابِ من! تینوں خط مع جواب ان کے پیشِ خدمت بعد ملاحظہ مخفی نہ رہے گا مولوی صاحب نے اصل جواب کے دینے میں کس قدر ایچ پیچ لگائے ہیں، اور جو مقصودِ سوال تھا ان کے جوابات میں وہ قطعی مفقود، اب سوال یہ ہے کہ اس عبارت ''زشتی زیور'' (بہشتی زیور) سے کہ جس میں لکھا ہے: ''ارواحِ موتیٰ کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو، تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا''

اس سے اور نیز خطوطِ مذکورہ کے جوابات سے یہ امر ثابت ہے یا نہیں

کہ مولوی صاحب کو جملہ احادیث و روایات، کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت و جماعت، جن میں ارواح کا آنا ثابت، ایسی ویسی تسلیم، اور جو شخص ان سب احادیث روایات کو ایسی ویسی کہے اس کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب:- تھانوی نے ''حفظ الایمان'' حضورِ اقدس سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی صریح توہین کی اور شدید گالیاں دیں، جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق اس پر حکمِ کفر دیا اور صاف فرمادیا کہ: **من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر.**

(حُسَامُ الۡحَرَمَیۡن عَلٰی مَنۡحر الۡکُفُر وَالۡمَیۡن، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئ۔ ایضاً صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور)

''جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے، وہ بھی کافر ہے''۔

اس کے بعد اس کی ایسی ویسی باتوں پر کیا التفات اور کتبِ دینیہ کی توہین کی کیا شکایت؟ ، **ماعلی مثلہ بعد الخطاء** (''خطا کے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں''۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، صفحہ ۶۹۲ تا ۶۹۸، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

(۹) عوامِ مسلمین کو ''بہشتی زیور'' کا پڑھنا، پڑھانا حرام ہے: اعلیٰ حضرت

مسئلہ ۳۳۳: مسئولہ سیٹھ حاجی اتّو صاحب از پور بندر، کاٹھیاواڑ، شنبہ ۶ ر رمضان شریف ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علما اس مسئلہ میں کہ گجراتی زبان لڑکیوں کو غیر مذہب والی عورتوں سے سیکھوانا یعنی پڑھوانا اور نیز لکھنے کی تعلیم دلوانا جیسے ہندوانی و آریہ مذہب والی عورتوں سے قبل واقفیت ضروری علمِ دینی کے جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اپنے دینِ حقہ کے مسائل اور دیگر مسائلِ روزمرہ مثل نماز وروزہ وغیرہ کے پہلے اور نیز اُردو کی دُنیوی کتابیں پڑھوانے کے واسطے کیا حکم ہے؟ یعنی ہم لوگوں نے مدرسہ قائم کیا ہے، اس مدرسہ میں عربی، اُردو، گجراتی علم پڑھایا جاتا ہے، اب ہم علمائے دین سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ گجراتی علم درست ہو تو ہندو عورتوں سے پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکیوں کو لکھنا اور پڑھانا سکھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہی علوم مسلمان عورتوں سے سیکھنا درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:- عورتوں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: **لاتعلموھن الکتابۃ** (عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ)

(الکامل لابن عدی، ترجمہ جعفر بن نصر، جلد ۲، صفحہ ۵۷۵، دارالفکر، بیروت)

اس میں فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَالۡفِتۡنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ (البقرۃ:۱۹۱)

''فتنہ قتل سے بھی سخت ہے''۔

حضرت لقمان **علی الانبیاء الکرام وعلیہ الصلوٰۃ والسلام** نے ایک لڑکی مکتب میں ایسی تعلیم ہوتے ہوئے دیکھی، فرمایا: **لمن یصقل ھٰذا السیف.**

(الفتاوی الحدیثیة،مطلب یکرہ تعلیم النساء الکتابة،صفحہ۶۳،المطبعة الجمالیة، مصر. ایضاً صفحہ۱۵۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیة، بیروت،لبنان)

''یہ تلوار کس کے لیے صیقل کی جارہی ہے''۔

یہ انہوں نے اپنے زمانے کی نسبت فرمایا، اب تو جیسے فتنہ کا زمانہ ہے ظاہر،اس لیے''دُرِّمختار''وغیرہ میں فرمایا:

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل .

(دُرِّمختار،کتاب الصلٰوۃ ،باب الوتر والنوافل ، جلد۱،صفحہ۹۹،مطبع مجتبائی،دھلی)

''جوکوئی اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات سے ناواقف ہے وہ نادان ہے''(ت)

غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے، ذِی علم، عاقل بالغ مَردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے، یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدّث تھا، خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں **معاذاللہ** خود خارجی ہوگیا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اُسے سُنّی کرنا چاہتا ہے، جب صحبت کی یہ حالت، تو اُستاد بنانا کس درجہ بدتر ہے کہ اُستاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے، اور پھر کمسن لڑکیاں کچی لکڑی، جدھر کو پھیری گئی، پھر جائیں گی، تو غیر مذہب عورت کی سپردگی یا شاگردی میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ دین سے واسطہ نہیں رکھتا، اور اپنے بچوں کے بددین ہوجانے کی پرواہ نہیں رکھتا، شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو ایسا پردہ واجب ہے جیسا انہیں مرد سے، یعنی سر کے بالوں کا کوئی حصہ یا بازو یا کلائی یا گلے سے پاؤں کے گٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ مسلمان عورت کا کافرہ عورت کے ساتھ کھُلا ہونا جائز نہیں۔''دُرِّمختار''و''تنویرالابصار''میں ہے:

والذمیة کالرجل الاجنبی فی الاصح فلاتنظر الی بدن المسلمة .

(دُرِّمختار شرح تنویرالابصار ،کتاب الحظر والاباحة ، فصل فی النظر واللمس ،جلد۲،صفحہ۲۴۲)

''ذمیہ زیادہ صحیح قول میں غیرمحرم مرد کی طرح ہے، لہٰذا وہ کسی مسلمان عورت کے جسم کو نہ دیکھے''(ت)

یہ حکم اس کافرہ کی نسبت فرمایا جو سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہوکر رہتی ہے، پھر اس کا کیا ذکر جو مطیع الاسلام بھی نہیں، اہلسنت وجماعت کے عقیدے اور طہارت ونماز وروزہ کے مسئلے سیکھنا سب پر فرض ہے اور ان کی معتبر کتابیں جیسے عقائد میں مختصر رسالہ ''عرفانِ ایمان'' وغیرہ (نہ وہ کتابیں کہ بے دینوں یا بدمذہبوں نے لکھیں جیسے ''بہشتی زیور'' وغیرہ کہ ایسی کتابیں پڑھنا، پڑھانا حرام ہے) غرض سُنّی عالم کی اُردو تصنیف صحیح العقیدہ، نیک خصلت سے پڑھوانا ضروری ہے ،ان ضروریات اور قرآنِ عظیم پڑھنے کے بعد پھر اگر اُردو یا گجراتی کی دُنیوی کتاب جس میں کوئی بات نہ دین کے خلاف ہو، نہ بے شرمی کی، نہ اخلاق وعادات پر بُرا اثر ڈالنے کی، اور پڑھانے والی عورت سُنّی مسلمان، پارسا ،حیادار ہوتو کوئی حرج نہیں(۱)، **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(فتاویٰ رضویہ،جلد۲۳،صفحہ۶۹۱ تا ۶۹۳،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ،اندرون لوہاری دروازہ،لاہور)

((۱) حضرت صدرالشریعہ مولانا امجدعلی اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

’’لڑکیوں کوضروری مسائلِ شرعیہ،عبادات ومعاملات کی تعلیم دینا ضروری ہے، یونہی ان کوامورِ خانہ داری مثلاً کھانا پکانا،سینا،پھول بوٹے بنانا وغیرہ ایسے کام سکھانا بھی جائز بلکہ بہتر ہے،مگران کی تعلیم کے لیے نصرانیہ عورتوں کے پاس بھیجنا ناجائز ہے کہ ان کی صحبت سے اُسی قسم کی آزادی اوردین سے بے تعلقی پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے‘‘)(فتاوی امجدیہ،جلد۴،صفحہ۲۴۹،مطبوعہ مکتبہ رضویہ،آرام باغ، کراچی)(میثم قادری)

(۱۰)مسئلہ۳ تا۷: ازاساراڈاکخانہ کرہٹل ضلع میرٹھ،مدرسہ حفاظتِ اسلام،مرسلہ منشی محمودعلی،مدرس مدرسہ مذکور،۲۹ربیع الاخر۱۳۳۶ھ۔

(۱)اس زمانہ میں جب کہ عام جہالت کی گھٹا پھیلی ہوئی ہے تواس وجہ سے قرآنِ پاک،حدیث شریف،فقہ حنفیہ کا بوجہ بعض مسائل شرمناک ہونے کے مثلاً حیض،نفاس،جماع،طلاق،ثبوتِ نسب وغیرہ کے کتب بالا کا ترجمہ کرکے عوام کے رُوبرواظہار کرنا کیا منع ہے۔

(۲)کُتبِ فقہ جومذہبِ حنفی کی درسی وغیردرسی مثلاً’’کنزالدقائق‘‘، ’’شرح وقایہ‘‘،’’ہدایہ‘‘،’’دُرِّمختار‘‘،’’عالمگیری‘‘،’’شامی‘‘،’’قاضی خاں‘‘وغیرہ اوراُن کی شروح جومشہور مدارسِ عربیہ میں داخلِ درس ہیں آیا صحیح ہیں یا فرضی؟

(۳)جومسائل کتبِ مذکورہ بالا سے اخذ کرکے اُردو میں کردیے جائیں تاکہ عوام اُس سے فائدہ مند ہوں،توکیا وہ قابلِ یقین وعمل نہ ہوں گے،جیسے کُتبِ فارسی واُردو’’مالا بدمنہ‘‘،’’مفتاح الجنت‘‘، ’’بہشتی زیور‘‘وغیرہ۔

(۴)جوشخص باوجوددعوائے حنفیت کرتے ہوئے کُتُبِ بالا سے انکار کرے اور کہے کہ ان کے مسائل فرضی ہیں۔حنفی مذہب کے نہیں، جس کی وجہ سے ایک گروہِ عظیم کا کُتبِ بالا سے اعتقادخراب ہوجاتا ہے،یہ لوگ اپنے دعویٰ میں مقلّد ہوں گے یا غیرمقلد؟

(۵)اکثر لوگ’’بہشتی زیور‘‘کے بعض مسائل پر کہ متفرق طور سے فصلِ نجاست اورثبوتِ نسب وغیرہ میں ہیں،اعتراض کرتے ہیں، ہم نے ان کی تحقیق کتبِ فقہ میں کی تو’’شرح وقایہ‘‘’’دُرِّمختار‘‘، ’’کنزالدقائق‘‘میں پائے جاتے ہیں،ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ مسائل فرضی ہیں،اُن کا کہا کیونکر صحیح ہے؟

الجواب:-(۱) ایسے سوال میں قرآنِ عظیم کا شامل کرنا سُوءِ اَدب ہے،اللہ ورسول جَلَّ وعَلَا وصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہماری ہرحاجت کے متعلق حق وباطل،نفع وضرر پرہمیں مطلع فرمایا۔ جس طرح ہمیں نماز،روزہ سکھایا،یونہی جماع واِستنجا تعلیم فرمایا،مگر امورِشرم کا ذکر طرزِ بیان مختلف ہوجانے سے مختلف ہوجاتا ہے۔ایک ہی مسئلہ اگر حیاء کے پیرایہ میں بیان کیا جائے توکنواری لڑکی کواس کی تعلیم ہوسکتی ہے،اور بے حیائی کے طور پر ہوتو کوئی مہذّب آدمی مَردوں کے سامنے بھی بیان نہیں کرسکتا۔خصوصاً ترجمہ کہ وہ گویا متکلم کی طرف سے اُس کی زبان کا بیان ہوتا ہے،تونہایت ضرور ہے کہ اس کی عظمت وشان ملحوظ رہے،وہ لفظ لکھے جائیں جواُس کے کہنے کے ہوں،بعض گمراہوں نے ترجمۂ قرآنِ مجید میں اس کا لحاظ نہ رکھا یہ سخت سوءِادب ہے۔غرض ایک ہی بات اختلافِ طرزِ بیان سے تعظیم سے توہین تک بدل جاتی ہے،جیسے’’اوش فرمایئے‘‘،’’تناول فرمایئے‘‘،’’نوشِ جان فرمایئے‘‘۔کھاؤ،نگلو،ٹھورو،زہر مار کرواور تعظیم وتوہین میں کس قدر مختلف ہیں،توصرف اِتنا عذر کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے، کافی نہیں ہوسکتا،جب کہ طرزِ بیان بے ہودہ ہو۔**واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) صحیح مقابل فرضی کے لیے تو اس قدر بس ہے کہ وہ کتاب جس کی طرف نسبت کی جائے اُس کی ہو، اگر چہ کتنے ہی اغلاط پر مشتمل ہو، جن کتابوں کے نام سائل نے لیے، اُن میں کوئی فرضی نہیں، ''کنز'' سے ''قاضی خاں'' تک جتنے نام مذکور ہوئے یہ سب صحیح بمعنی معتمد بھی ہیں، مگر اعتماد کیا حاصل، اس کی تفصیل ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر کتبِ مذکورہ بالا سے صحیح ترجمہ کیا جائے اور طرزِ بیان بھی مقبول و محمود ہو اور اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہ ہو، تو وہ گویا اُنہیں کتابوں کا وجودِ ثانی ہوگا، یقین تو اعتقادیات میں درکار ہوتا ہے اور قابلِ عمل وہ مسئلہ جو مفتیٰ بہ ہو۔ ''مالا بد'' میں بھی زیادات ہیں اور ''مفتاح الجنۃ'' تو وہابیہ کے ہاتھ میں رہی، جس میں بہت کچھ ''اِصلاح'' ہوئی اور ''بہشتی زیور'' اغلاط وضلالت و بطالت و جہالت کا مجموعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ''کنز'' سے ''قاضی خاں'' تک جتنی کتابوں کے نام لیے، ان کی نسبت کوئی حنفی نہیں کہتا کہ ان کے مسائل حنفیہ کے خلاف ہیں اور فرضی ہیں، تو سوال ہی فرضی ہے، ''مالا بد'' و ''مفتاح الجنۃ'' کے بعض زیادات والحاقات کو اگر کسی نے ایسا کہا تو بے جا نہ کہا اور ''بہشتی زیور'' لا فی العیر ولا فی النفیر (نہ قافلے میں نہ لشکر میں، یعنی کسی شمار میں نہیں، ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) ''بہشتی زیور'' کا حال بالاجمال اُوپر گزرا، بے شک اس میں بہت مسائل باطل و ساختہ ہیں، وہ کسی طرح اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان اُسے دیکھے یا اپنے گھر میں رکھے، مگر عالمِ جیّد بغرضِ رَدّ وابطال۔ مفتی صاحب کا اس پر اعتراض بجا ہے اور عوام اُس کے مسائل سے جتنی بھی نفرت کریں، اُن کے حق میں مصلحتِ دینیہ ہے۔

قال صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم: ایاکم وایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم ''اُن سے دُور بھاگو اور اپنے سے دُور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالیں''۔

(صحیح مسلم، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ، جلد ۱، صفحہ ۱۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

علمائے کرام نے وصیت فرمائی کہ جاہل کے لکھے ہوئے مسئلہ پر تصدیق نہ کرو، اگر چہ مسئلہ فی نفسہا صحیح ہو کہ اس کی تصدیق نگاہِ عوام میں وقعتِ کاتب کی موجب ہوگی۔ وہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ بھی کوئی مفتی ہے، پھر اور جو اپنی جہالت سے غلط فتویٰ لکھے گا اُس پر بھی اعتبار کریں گے۔ جب جاہل کے لیے یہ حکم ہے تو چہ جائے مبتدی چہ جائے مرتد واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، صفحہ ۵۹ تا ۶۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

اپیل

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے ممبران سے مخلصانہ اپیل ہے کہ اپنی ممبری فیس وقت پر ادارہ کو ارسال فرما دیا کریں تاکہ آپ کا یہ محبوب رسالہ تسلسل کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھ سکے۔ (ادارہ)

ادا کر رسم شبیری

از۔قاری عبدالرحمٰن خاں قادری، مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت

آج ہندوستان میں مسلمانوں کو جینا دوبھر ہے۔اس پر عرصۂ حیات تنگ سے تنگ تر کیا جا رہا ہے۔سفر کرنا دشوار، بازار سے گزرنا مشکل ،آپس میں بات کرنا مصیبت ، ہندو محلوں سے گزرنا محال، داڑھی والوں کو دیکھ کر آوازیں مارنا،لعن طعن کرنا ،مسلم دشمن نعرے لگانا ، پھبتیاں کسنا، اگر کچھ کہا تو زبردستی پکڑ کر لاٹھی ڈنڈے برسانا ،نہایت بیدردی سے پیٹ پیٹ کر مار ڈالنا،سفر کرنا مشکل، ٹرینوں میں مسلمانوں کو بے دردی سے مارا جا رہا ہے۔انہیں کفریہ کلمات بکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ظلم وتشدد کی انتہا کہ بے بس مسلم مسافر کو چلتی ٹرین سے نیچے پھیکا تک جا رہا ہے۔عورتوں کی عزتوں پر حملے کیے جا رہے ہیں۔اماموں کو زبردستی ترشول اور تلوار کے بل پر ان کے حجروں سے باہر نکال کر زدوکوب کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں جمہوریت اور آئین کو شدید خطرہ لاحق ہے۔نصاب میں بے جا تبدیلی کی کوششیں جاری ہیں۔قانون شریعت کے خلاف ایوان میں بل پیش کیے جا رہے ہیں۔یعنی مسلمانوں اور اسلام کے خلاف صرف ہندو عوام ہی نہیں بلکہ زمام اقتدار بھی درپئے آزار ہے۔حالات یہ ہیں کہ عام راہ سے گزرنے والے سیدھے سادے مسلمان کو جبراً پکڑ کر گھسیٹ لیا جاتا ہے پھر اس کی کوئی خبر نہیں ملتی۔گائے کا کاروبار کرنے والا بے قصور مسلمان غنڈوں کی بھیڑ میں پھنس جاتا ہے اور مار دیا جاتا ہے۔ہجومی تشدد میں کتنے مسلمان مار دیئے گئے کوئی گنتی نہیں۔ ہندوستان میں کہاں کہاں مسلمانوں کو گھیر گھیر کر مارا،قتل کیا۔ کہاں کہاں گئوکشی کے نام پر ہلاک کیا کچھ نہیں معلوم۔مسلم نوجوان منظّم سازش اور منصوبہ بند طریقے سے گرفتار کر کے ہمیشہ کے لیے غائب کر دیئے گئے لاش تک کا پتہ نہیں۔تنہا یا دوتین مسلمان نوجوان گزر رہے ہیں ہندو دہشت گردوں کا گروہ انہیں گھیر لیتا ہے اور بڑی بے دردی سے مار مار کر ہلاک کر دیتا ہے وہ بیچارا نہتا مجبور، بے سہارا اور بے بس مسلمان نہایت لاچاری و بے کسی کے عالم میں دشمنوں کے لاٹھی ڈنڈوں کی ضرب سے نڈھال ہوکر اپنا دم توڑ دیتا ہے۔ ہندو دہشت گرد خوش ہیں کہ انہوں نے ایک بڑا کام کر دکھایا۔ویڈیو بنا رہے ہیں اور خوشی خوشی اسے وائرل کر رہے ہیں۔ ہندوستانی حکومت سب کچھ جانتے ہوئے بھی انجان ہے۔لیڈران وطن گھی کے چراغ جلا رہے ہیں کہ مسلم ہمارے دباؤ میں ہیں۔کھل کر اپنے مذہبی پروگرام انجام دینے سے قاصر ہیں۔ان کا جینا حرام ہے۔ہماری دہشت ان پر طاری ہے۔ہماری جے جے کار کرنے پر مجبور ہیں۔

☆ان متعصب لیڈروں اور حکومت کے نمائندوں کو ملک کی بدنامی کا کوئی غم یا احساس تک نہیں اور کیوں ہو، یہی افراد شرپسندوں کو طاقت اور پناہ دے رہے ہیں بلکہ ظلم وستم اور مار کاٹ کی تعلیم دے رہے ہیں۔انہیں کے سائے میں شرپسند چین کی بنسی بجا رہے ہیں۔کوئی لیڈر سمجھا رہا ہے کہ ۱۰۰/۱۰۰ر کی تعداد میں غول بنا کر نکلو اور جہاں ایک دو مسلمان ملیں انہیں ٹھکانے لگا دو۔کوئی تعلیم دے رہا ہے کہ اُن کی لڑکیوں پر قبضہ کرو۔ اگر مزاحمت ہو تو طاقت کا استعمال کرو ہم

تمہارے ساتھ ہیں۔ کوئی تاکید کر رہا ہے خبردار انہیں منھ نہ لگانا۔ یہ ملک ہمارا ہے۔ ہم جیسے چاہیں گے چلائیں گے اور جسے اس ملک میں رہنا ہے وہ ہمارے بتائے ہوئے طریقے سے رہے اور ہمارے بنائے دستور پر چلے ورنہ ملک چھوڑ دے۔ گئوکشی کے نام پر کتنے مار دیئے گئے۔ کتنے مسلمان ہجومی تشدد کا شکار ہوئے۔ کتنوں کو ٹرین میں مارا گیا۔ کتنے نوجوان خاموشی سے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ کوئی گنتی نہیں۔ سینکڑوں میں سے کوئی ایک آدھ خبر سامنے آجاتی ہے۔ کتنوں نے اپنا وطن چھوڑا۔ دوسری محفوظ جگہ پناہ گزیر ہوئے۔ وہاں بھی سکون نہیں۔ دشمن چین نہیں لینے دیتے۔ صبح وشام ایک مایوسی ہے۔ ایک کرب واضطراب کا ماحول ہے۔ ایک بے چینی وبے قراری کا تسلط ہے۔ ایک خوف وہراس طاری ہے کہ کب اٹھا لیے جائیں۔ کب مار دیئے جائیں کچھ پتہ نہیں۔ ماؤں اور بہنوں کی عزت بھی ہمہ وقت خطرے میں۔ کمسن وشیرخوار بچے بھی محفوظ نہیں۔

یہ ہے ہمارا ملک عزیز ہندوستان جہاں مسجدوں کو خطرہ، مدرسوں پر ہر وقت خوف کا سایہ، مولوی ہر وقت خوفزدہ اور ہراساں۔ ہر مسلمان ایک بے چینی اور اضطراب کا شکار۔

☆ ایسے کشیدہ اور تشویشناک ملکی حالات میں بھی خانقاہوں کے سجادگان اور مشائخ طریقت بے فکر وپُرسکون۔ اپنے عشرت کدوں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔ ان کو صرف مال کی طلب ہے۔ ''آل'' سے کوئی غرض نہیں۔ اپنا عرس الگ کرنا، انسانی بھیڑ جٹانا، مریدوں کی تعداد بڑھانا، زیادہ سے زیادہ مجمع دکھا کر اپنی دھونس جمانا، اپنے خوشامدی اور چاپلوس کو سب سے باعزت گردانا، ہر شخص کو حقیر اور کمتر اور خود کو سب سے بلند وبرتر سمجھنا یہ ان کی عادت بلکہ کرامت ہے۔ ایک بریلی شریف کی خانقاہ رضویہ ہے جس نے کسی بدعقیدہ سے کوئی سمجھوتا نہیں کیا اور ہر محاذ وموقع پر مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی ورنہ کتنی خانقاہیں تو ایسی کہ انہیں نہ دنیا میں رسوائی کی پرواہ نہ آخرت میں ذلت کا خوف۔ بت پرستوں سے دوستی اور مصافحہ ومعانقہ کرنے میں انہیں کوئی عار نہیں۔ گستاخان رسالت اور دشمنان اہل بیت سے ملنے میں انہیں فخر۔ (الامان والحفیظ)

☆ ہندوستانی موجودہ حالات میں میرے نزدیک نہایت ضروری ہے کہ روحانی خانقاہیں اور دینی مدارس ایک ہوجائیں اور متحدہ طور پر کوئی مؤثر لائحہ عمل تیار کریں۔ اشرفی، رضوی، برکاتی، بشیری وغیرہ کے فروعی اختلافات کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ مل جل کر بیٹھیں اور ایک دوسرے کا درد سمجھیں۔ مدارس اور جامعات اپنی باہمی رسہ کشی کا خاتمہ کردیں اور مسلم قوم کے تحفظ اور ان کی پاسبانی اور حفاظت کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں۔

۱۹۴۷ء میں ہم انگریزوں سے آزاد ہوئے مگر ظلم وبربریت سے آزاد نہیں ہوئے۔ اب اسی ظلم وبربریت اور سفاکی ودرندگی کے خلاف ہمیں صف آرا ہونا ہوگا۔ کب ہم پر حملہ ہوجائے، ہمارے بچوں کو تہہ تیغ کردیا جائے، ہماری جائیداد لوٹ لی جائے، ہماری عزت وآبرو تار تار کردی جائے کچھ نہیں معلوم۔ ہمیں جاگنا ہوگا اور خانقاہوں کے عشرت کدوں میں بے فکری کی گہری نیند سونے والے بے خوف پیروں کو جگانا ہوگا۔ اب وقت نہیں کہ ہم اُن کے جھوٹے قصیدے ہی پڑھتے رہیں۔ اُن کی غیر شرعی حرکات کو ''کرامات'' سے تعبیر کرتے رہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ہم خود ہی جاگیں اور انہیں بھی جگائیں کیونکہ دشمن کھلے عام ہتھیاروں سے مسلح ہوکر صرف

ہماری صفوں میں ہی داخل نہیں ہوا بلکہ ہماری خواب گاہوں میں بھی داخل ہو چکا ہے۔ ہماری گردنوں پر دشمن کی ننگی تلواریں لٹک رہی ہیں۔ہمیں قتل بھی کیا جارہا ہے اور ویڈیو بنا کر پوری دنیا کو اپنی سفا کی اور بربریت کا تماشا بھی دکھایا جارہا ہے۔اب سونے کا وقت نہیں۔ جاگیے بہت سو چکے۔اب بھی اگر نہیں جاگے تو پھر کبھی نہیں جاگ سکو گے۔اور حال یہ ہوگا کہ۔ع

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

☆ ہندوستان کا ہر مسلمان کسی نہ کسی خانقاہ سے وابستہ ہے۔اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ خانقاہیں ایک ہو جائیں۔ مسلمان ایک ہو جائیں۔خانقاہیں متحدہ طور پر اپنے ارادت مندوں کے لیے کوئی پیغام اور کوئی لائحہ عمل پیش کریں۔مسلم عوام کسی کی بات مانیں یا نہ مانیں مگر اپنے شیخ و پیر کی بات ضرور مانیں گے اور اس پر عمل اپنی اولین ذمہ داری سمجھیں گے۔لہٰذا ضرورت ہے کہ مشائخ طریقت اب جاگ جائیں ۔اگر یہ جاگ جائیں گے تو عوام کو جگانے کی ضرورت نہیں۔علمائے اہل سنت ہنسی مذاق ،لطیفوں اور چٹکلوں پر مشتمل لمبی لمبی تقریروں کے بجائے کام کی باتیں کریں۔مسلم قوم کی فلاح اور حفاظت و پاسداری کے بارے میں غور وفکر کریں اور یہ نہ سوچیں کہ ہم محفوظ ہیں۔ ہمارا کچھ بگڑنے والا نہیں۔ہم قوم کے رہنما ہیں۔یاد رہے یہاں ہر مسلمان غیر محفوظ ہے۔ ہر ایک کے سر پر شمشیر برہنہ لٹک رہی ہے۔ ہر ایک دشمن کے نشانہ پر ہے ۔ ہر ایک کی حرکات وسکنات پر دشمن کی نظر ہے ۔ہمیں برما جیسے حالات برپا ہونے سے پہلے کچھ کرنا ہوگا۔ابھی وقت ہے کہ ہم جاگ جائیں اور حوش وحواس کے ماحول میں کوئی پروگرام تشکیل دیں ۔کافروں کی چاپلوسی اور لیڈروں کی خوشامد کرتے کرتے ہم یہاں تک آ گئے ہاتھ کچھ نہ آیا۔اور حال یہ ہوا کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ یہاں کے رہے نہ وہاں کے رہے

☆امام عالی مقام علیٰ جدہ و علیہ السلام نے دشمن کے سامنے سر جھکانے کے بجائے سر کٹانا گوارا کیا اور دنیا کو ایک درس وفا دے دیا۔ ایک پیغام خودّاری عطا فرما دیا اور اپنی بے مثال قربانی کے ذریعہ بتا دیا کہ دشمن سے رحم وکرم کی بھیک نہ مانگو۔ بلکہ اپنی طاقت وشجاعت سے دشمنوں کے درجنوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار کر فنا ہو جاؤ۔ اگر تم ایسا کروگے تو مروگے نہیں امر ہو جاؤ گے ۔تمہارا نام روشن و تابناک اور لازوال ہو جائے گا بلکہ تاریخ کے ماتھے پر جلی حرفوں میں نقش ہو جائے گا۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ہم اپنے مدرسوں سے اور مشائخ اپنی خانقاہوں سے متحدہ طور پر نکلیں اور قوم میں بے داری عمل کی لہر پیدا کریں ہماری اجتماعیت دشمن کو اس کے ناپاک ارادوں میں ناکام کرنے کے لیے کافی ہے۔ہم اگر ایک ہو کر کوئی آواز بلند کر دیں تو شہر کے در و دیوار سے لے کر ایوان سیاست تک تہلکا بلکہ زلزلہ آ جائے ۔قوم کو جگانے سے فائدہ کچھ نہیں قوم کے قائدین علما و مشائخ کو جگائیے اور میدان عمل میں سب کو یکجا کیجئے ۔محاذ پر صرف قوم نہیں قائدین بھی نظر آنا چاہیے۔ یہ منظر دیکھ کر دشمن کے پاؤں اکھڑ جائیں گے ۔اب وقت سونے کا ،آپس میں لڑنے یا ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کا نہیں بلکہ کچھ کر دکھانے کا ہے۔اقبال نے ایک صدی پہلے ان مشائخ طریقت کو پیغام عمل دیا اب اس پر عمل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ع

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

آستانۂ رضویہ پر ایک آل رسول کی طرف سے اظہار عقیدت و نیاز مندی کا انوکھا انداز

ایک آل رسول کا نیاز مندانہ خراج عقیدت

از۔مولانا عبدالسلام رضوی، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

بیان واقعہ سے پہلے چند دوسری باتوں کا تحریر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ صاحب واقعہ کا تعارف اور ان کی عظمت واہمیت سے آگاہی ہوجائے۔

''شہر چورو'' صوبۂ راجستھان کا ایک شہر ہے۔ یہ شہر دہلی جے پور، شاہ راہ پر واقع ہے۔ یہاں زمانۂ قدیم سے سادات کرام کا ایک خانوادہ آباد ہے جو نسبی اعتبار سے سید ہونے کے ساتھ ساتھ قادری اور جیلانی بھی ہے۔اس مبارک وباعظمت خانوادے میں کئی ایسی عظیم شخصیات گزری ہیں جو علم ظاہری میں بھی بلند و بالا مقام رکھتی تھیں اور علم باطنی میں بھی۔یعنی شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھیں۔معتبر روایات کے علاوہ ان کے علم وفضل کا پتہ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف وغیرہ علوم وفنون کے اُس عظیم وبیش قیمت سرمائے سے بھی لگتا ہے جو آج بھی اس خانوادے کے نجی کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ان کتابوں پر جگہ جگہ ان بزرگوں کے حواشی بھی ملتے ہیں جو ان کی علمی وسعت ومہارت کی شہادت دیتے ہیں۔راقم السطور نے خود اس علمی ذخیرے کی بعض کتب کا مطالعہ کیا ہے۔

علم دین کی اشاعت اور خالصاً لوجہ اللہ خلق خدا کی خدمت اس خانوادے کا شیوہ رہا ہے اور آج بھی اس خانوادے میں یہ روایت موجود ہے۔ چورو اور قرب وجوار میں جو علم دین کی روشنی نظر آتی ہے وہ اسی خانوادے کی مخلصانہ کوششوں کا ثمرہ ہے۔ پہلے تو گھر پر ہی کسی مدرس کو رکھ کر بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا جاتا تھا۔لیکن ۱۹۵۸ء میں اسی خانوادے کے ایک بزرگ ، پیکر صدق وصفا، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر سید محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شہر کے ''محلّہ تیلیان'' میں بستی کے علم دوست لوگوں کے تعاون سے ''مدرسہ مدینۃ العلوم'' قائم کیا جس کا سنگ بنیاد اجمل العلماء ، بدر الفضلاء حضرت علامہ مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی علیہ الرحمہ کے مبارک ہاتھوں سے رکھوایا گیا۔آج یہ مدرسہ حضرت بانی علیہ الرحمہ کے صدق واخلاص کا مرکز اوران کی روحانیت کے زیر سایہ ترقی کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہے۔

مدرسہ مدینۃ العلوم شہر چورو کا اولین اور مرکزی ادارہ ہے اس میں درجات تحتانیہ کے علاوہ حفظ ،قرأت حفص،قرأت سبعہ اور مکمل درس نظامی کی تعلیم و تدریس کا معقول انتظام ہے۔مقامی اور راجستھان کے دیگر مقامات کے علاوہ مختلف صوبہ جات کے طلبۂ کرام زیر تعلیم ہیں اور قابل و ذی صلاحیت اساتذۂ کرام کے زیر سایہ علم وحکمت کے جواہرات سے اپنے دامن بھر رہے ہیں۔راقم السطور نے بھی اس ادارے میں لگ بھگ گیارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔

اس مدرسہ کو رضوی و اشرفی دونوں عظیم سلسلے کے بزرگوں کی دعائیں حاصل ہیں۔حضور تاج الشریعہ،حضور منانی میاں صاحب اور صاجبزادۂ گرامی حضرت سمنانی میاں صاحب مدظلہ العالی ادارے میں تشریف لے جا چکے ہیں۔ایک مرتبہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت،شہزادۂ ریحان ملت حضرت مولانا شاہ سبحانی میاں صاحب مدظلہ العالی کو بھی دعوت دی گئی تھی لیکن اس موقع پر آپ کو کوئی ضروری مصروفیت تھی لہٰذا آپ نے معذرت فرمالی۔ اشرفی بزرگوں میں سے بھی کئی حضرات ادارے میں تشریف لا چکے ہیں۔حضور سرکار کلاں،حضور مجاہد دوراں،شیخ اعظم حضور اظہار میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور حضور غازی ملت مدظلہ العالی۔

اسی باعظمت و مبارک خانوادے کے چشم و چراغ ہیں گرامی مرتبت،پیر طریقت حضرت مولانا شاہ سید محمد انوار میاں ندیم القادری مدظلہ العالی۔آپ حضرت پیر سید عثمان میاں علیہ الرحمہ کے شہزادے اور بانی مدرسہ پیر سید صدیق صاحب علیہ الرحمہ کے برادر زادے ہیں۔میں یہاں جو واقعہ لکھنا چاہتا ہوں وہ آپ ہی سے متعلق ہے۔آپ شہر چورو کی مرکزی شخصیت،بڑے ذکی و ذہین،فصیح اللسان خطیب اور حاذق و ماہر طبیب ہیں۔ادویہ سے بھی علاج کرتے ہیں اور ادعیہ و تعویذات سے بھی۔آپ کے مطب پر حاجت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے اور یہ علاج و معالجہ لوجہ اللہ ہوتا ہے۔حاجت مندوں سے کوئی طلب نہیں ہوتی۔راقم السطور نے خود مشاہدہ کیا کہ آنے والوں کو تعویذات بھی دیئے اور دوائیں بھی اور انہوں نے جو پیش کیا وہ بخوشی رکھ لیا۔کسی نے ۵۰/روپے دیئے تو بھی قبول کر لیے اور ۱۰/روپے دیئے تو بھی کوئی ناگواری نہیں۔اور اگر کسی نے کچھ بھی پیش نہ کیا تو بھی کوئی شکوہ نہیں۔یہ اس خانوادے کا معمول رہا ہے۔

اسی خانوادے میں اوپر والی پشت میں ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت پیر سید شاہ عنایت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔آپ بلاشبہ خلق خدا کے لیے سراپا شفقت و عنایت تھے۔اُن کے بارے میں بستی کے سن رسیدہ لوگ بتاتے تھے کہ آپ محلّہ تیلیان کے لوگوں پر خاص شفقت و مہربانی فرماتے تھے اور آج بھی خانوادے کے موجودہ لوگوں کا اس محلّہ کے لوگوں سے خاص تعلق ہے۔ان کا طریقہ تھا کہ بغیر بلائے خود ہی محلّہ میں تشریف لاتے۔لوگوں کا حال دریافت کرتے اور جو بیمار ہوتا اس کو دوا دیتے اور عوض کے نام پر ایک کوڑی کا بھی مطالبہ نہ کرتے اور یہی طریقہ بانی مدرسہ حضرت پیر سید صدیق صاحب کا تھا کہ لوگوں کا علاج کرتے اور ان سے کسی عوض کے طالب نہ ہوتے۔راقم نے اول الذکر بزرگ کی شان میں ایک منقبت لکھی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

خدمت خلق بلا لوث تھی عادت ان کی
ان کے اخلاف میں بھی اس کا اثر ملتا ہے

حضرت پیر انوار میاں صاحب کی صاحبزادی،مخدوم گرامی وقار حضرت مولانا شاہ سید سہیل میاں صاحب مدظلہ العالی شہزادۂ حضور صاحب سجادۂ آستانۂ عالیہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف کے عقد نکاح میں ہیں۔اس نکاح کی تقریب میں راقم کو بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔

تین چار سال پہلے کی بات ہے کہ آپ بلگرام شریف تشریف لائے۔ساتھ میں قاری مقصود عالم صاحب اشرفی نعیمی،استاذ شعبۂ تجوید مدرسہ مدینۃ العلوم بھی تھے۔بلگرام شریف سے واپسی میں

بریلی شریف بھی حاضر ہوئے۔جب آپ نے آستانہ رضویہ پر حاضری دی تو راقم آپ کے ساتھ تھا۔آپ بڑے ادب واحترام کے ساتھ درگاہ شریف میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کرنے کے بعد اپنی ٹوپی سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے مزار اقدس کی پائنتی جانب یعنی پائنتی پر رکھ دی اور کچھ دیر بعد اٹھا کر اوڑھ لی۔اس کے بعد بڑے انہاک سے فاتحہ پڑھی اور الٹے قدموں واپس ہوئے۔

یہ اظہارعقیدت اور نیاز مندی کا ایک انوکھا انداز تھا۔گویا حضرت موصوف اپنے اس عمل کے ذریعہ اس بات کا اظہار کر رہے تھے کہ اے امام اہل سنت،اے سراپا عشق ومحبت،آپ کے قدموں پر ہماری عزتیں قربان۔آپ نے عقائد حقہ کے غلبہ و اشاعت اور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء اور آپ کے اہل بیت وصحابہ کی عظمت و ناموس کی حفاظت کے لیے اپنی حیات مبارکہ وقف کردی اور وہ عظیم الشان خدمات انجام دیں کہ رہتی دنیا تک درخشندہ وتابندہ رہیں گی۔ آپ نے اس راہ میں اپنی عزت و ناموس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔گالیاں کھائیں۔طعنے سنے۔بہتان برداشت کیے لیکن آپ نے گستاخوں،باطل پرستوں سے کوئی سمجھوتا نہیں کیا بلکہ تازیست ان سے قلمی جہاد فرماتے رہے۔

اس راقم نے تو آپ کے اس عمل کا یہی مطلب سمجھا کیونکہ جب آدمی کسی کے سامنے اظہار عاجزی و نیازمندی میں مبالغہ کرتا ہے تو اپنی ٹوپی اس کے قدموں پر رکھ دیتا ہے۔آج سیدنا اعلیٰ حضرت دارعمل وتکلیف میں نہیں ہیں لیکن کوئی اگر کوئی سید صاحب آپ کی حیات میں اظہارعقیدت مندی کے لیے یہ طریقہ اختیار کرتے اور اپنی ٹوپی آپ کے قدموں پر رکھتے تو آپ یقیناً تڑپ جاتے اور فرماتے:شہزادے آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ کا یہ مقام نہیں کہ آپ ہمارے پاؤں پر اپنی ٹوپی رکھیں بلکہ آپ کا تو وہ عظیم مقام و مرتبہ ہے کہ ہم آپ کو اپنے سر اور آنکھوں پر جگہ دیں۔ہمیں جو عزت و عظمت بلکہ جو بھی نعمت ملی ہے وہ آپ ہی کے گھر سے ملی ہے۔آپ کے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں ملی ہے۔میں یہاں پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو ارشادات اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں کہ موقع و محل سے مناسبت رکھتے ہیں۔

☆ایک بار امیر المؤمنین حسن مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم وعلیہ وسلم نے کاشانۂ فاروقی پر اذن طلب کیا۔ابھی اجازت نہ آئی تھی کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازے پر حاضر ہو کر اذن مانگا۔امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت نہ دی۔ یہ حال دیکھ کر سیدنا امام مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واپس آگئے۔امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بلا بھیجا۔انہوں نے آ کر کہا :امیر المؤمنین! میں نے خیال کیا کہ اپنے صاحبزادے کو تو اذن دیا نہیں مجھے کیوں دیں گے؟فرمایا:

انت احق بالاذن منه وهل انبت الشعرفی الرأس بعد الله الا انتم۔

(رواہ الدارقطنی)

آپ ان سے زیادہ مستحق اذن ہیں اور یہ بال سر پر اللہ عزوجل کے بعد کس نے اگائے ہیں سوائے تمہارے۔

(فتاویٰ رضویہ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی جلد ۱۹ ص ۲۰۳)

☆ایک موقع پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسرِ منبر گود میں لے کر (حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا:

هل انبت الشعر فى رؤوسنا الا ابوك.

ہمارے سروں پر بال کس کے اگائے ہوئے ہیں؟ تمہارے ہی باپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اگائے ہوئے ہیں۔

یعنی جو کچھ عزت، نعمت و دولت ہے سب حضور ہی کی عطا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(مرجع سابق)

☆حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی رسم سجادگی کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

''ابّا حضرت (حضور سید العلماء علیہ الرحمہ) کی وصیت تھی کہ عمامہ چچا میاں حضور احسن العلماء باندھیں۔ انہوں نے وصیت کی تعمیل کرتے ہوئے میرے سر پر ایک پیچ دیا اور پھر مفتی اعظم کو آگے بلا کر عمامہ ان کے سپرد کر دیا کہ باقی عمامہ آپ باندھیں۔ مفتی اعظم چونکہ قد میں مجھ سے چھوٹے تھے اس لیے میں نے ان کی آسانی کے لیے تھوڑا نیچے جھکنا چاہا مگر انہوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ:

''مخدوم نہیں جھکا کرتے، خادم کو سر بلند کیا کرتے ہیں''

پھر مفتی اعظم نے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر پورا عمامہ میرے سر پر باندھا''۔

(مضمون ولی صورت ولی سیرت ہمارے مفتی اعظم مشمولہ جہان مفتی اعظم صفحہ ۲۲۴)

یہ حضرت پیر سید انوار میاں صاحب ہی کا معاملہ نہیں بلکہ ہر سنی اپنی زبان قال یا زبان حال سے بارگاہ امام اہل سنت میں عقیدت و محبت اور نیازمندی کا خراج پیش کرے گا بشرطیکہ وہ آپ کے عشق رسول، تقویٰ و طہارت، آپ کی عظیم الشان دینی قربانیوں اور عدیم المثال علمی خدمات سے واقفیت رکھتا ہو اور کسی باطنی آزار میں مبتلا نہ ہو۔

امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی بارگاہ عظمت میں مندرجہ ذیل اشعار کے ذریعہ نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

اے امام عاشقاں، احمد رضا
مقتدائے سنیاں، احمد رضا
انبیاء و اولیا، اصحاب کی
عظمتوں کے پاسباں، احمد رضا
تیری اس بے مثل خدمت کو سلام
تیری جرأت، تیری ہمت کو سلام

دعائے صحت

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ سید شاہ ہدایت رسول قادری علیہ الرحمہ کے پوتے اور معروف ادیب حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان علیل ہیں، کئی روز اسپتال میں زیر علاج رہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو شفا و صحت عطا فرمائے۔ آپ حضرات بھی موصوف کی صحت و توانائی کے لیے دعا فرمائیں۔

آہ! میرے والد معظم

از۔نواسۂ حضور مفتی اعظم ہند مولانا محمد معظم رضا قادری نوری، سیلانی پرانا شہر بریلی شریف، موبائل:9411220997

۲۲؍شوال ۱۴۴۰ھ/۲۵؍جون ۲۰۱۹ء بروز منگل بحیثیت ایک فرزند کے یہ دن اور یہ تاریخ میرے لیے نہایت غم واندوہ کا سامان لے کر آئی تھی۔ مصروفیات زندگی اور معمولات زندگی کا ہم سب ایک حصہ تھے۔ فضا میں گرمی کی شدت کے اثرات واضح تھے۔ دن کا سورج اپنی تمام تر تمازتوں کے ساتھ افق عالم کا پورا چکر لگا کر آہستہ آہستہ اپنے مستقر کی طرف رواں دواں تھا۔ دن بھر کی سخت گرمی سورج کے غروب ہونے کے ساتھ نرمی میں تبدیل ہو رہی تھی۔ دن کا اجالا رات کی تاریکی کا لباس پہننے کی تیاری کر رہا تھا۔ خانۂ خدا کے مؤذن حضرات دنیا والوں کو ایک معبود حقیقی کے سامنے سر جھکانے کے لیے مسجد آنے کی دعوت اپنی دلکش آواز میں دے چکے تھے۔ ائمہ مساجد نماز مغرب کی شکل میں معبود برحق کے سامنے سربسجود ہو کر اپنی عبدیت کا ثبوت فراہم کر چکے تھے۔ ہمارے محلّہ اور ہمارے شہر میں معمولات زندگی کا شور اور اس کی ہلچل ہر طرف دکھائی دے رہی تھی۔ ایسے میں ایک شور ہمارے گھر میں بھی اُٹھا۔ ایک ولولہ ہمارے اہل خانہ میں بھی نمودار ہوا۔ دنیا والوں کی آوازوں کے ساتھ ہمارے گھر میں بھی آوازیں بلند ہوئیں۔ مگر کتنا فرق تھا دنیا والوں کی آوازوں اور ہماری آوازوں میں۔ کتنا اختلاف تھا ہمارے نالوں اور دنیا والوں کے شور شرابوں میں۔ ہمارے نالوں اور ہمارے ولولوں میں ایک عزیز اور ایک شفیق کے جانے کا درد تھا اور دنیا والوں کے نالوں وولولوں میں زندگی کی خوش رنگی تھی۔

ہمارے اہل خانہ اور پورے گھر کو حسرت ویاس، غم واندوہ اور صدمہ وتکلیف کی دبیز چادر نے اپنی آغوش میں لے رکھا تھا۔ راقم بھی اسی غم واندوہ کا ایک حصہ تھا۔ اپنا غم کس سے کہے؟ یہاں تو ہر ایک غمزدہ ہے، اپنی تکلیف کا اظہار کس کے سامنے کرے یہاں تو سبھی غم والم کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ بھائی ہیں وہ بھی غمزدہ، ہمشیرہ ہیں وہ بھی حسرت ویاس میں مبتلا۔ ہر ایک دوسرے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ زبان حال سے ہمارے گھر کا ہر فرد یہ کہتا ہوا نظر آ رہا ہے کہ آہ! اب ہمارے سروں پر دست شفقت کون رکھے گا؟ زمانے کے غم والم کی شکایت اب ہم کس سے کریں گے؟ شفقت بھری سرپرستی اب ہماری کون کرے گا؟ یہ ہمارے والد محترم ہی تو تھے کہ جن کا گھنیرا سایہ ہم سب اہل خانہ کے سروں پر قائم تھا۔ اس گھنے سائے میں آ کر ہم تحفظ کا احساس کرتے تھے۔ یہی وہ آرام دہ سایہ تھا کہ جس کے نیچے ہم زمانہ کے سرد وگرم سے محفوظ رہتے تھے۔ آہ! اب ہمارا وہ گھنا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔ اب ہم ہمیشہ کے لیے پدرانہ دست شفقت سے محروم ہو گئے۔ اب ہم اپنی ضرورتوں کی تکمیل کس ذات کے پاس جا کر کریں گے؟ اب ہمیں عیدی کون دیگا؟ ہماری ضرورتوں کا اب کون خیال رکھے گا؟ زمانہ کے سرد وگرم سے اب ہمیں کون پناہ دے گا۔ یہ ہمارے والد محترم ہی

تو تھے جن کا حسی وجود ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت تھا۔ وہ ہم میں تھے تو ہم خانگی اور عائلی ذمہ داریوں سے بے پرواہ تھے۔ اب ان کے جانے کے بعد ان ذمہ داریوں کا بوجھ ہم کیسے اٹھائیں گے؟

انہیں تمام تصورات وتخیلات کی دنیا میں ہم چپکے چپکے شریعت کے دائرے میں رہ کر آہ وفغاں کر رہے تھے۔ اپنے اتنے بڑے غم کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کلمۂ ترجیع ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' پڑھ کر اپنے غم واندوہ پر قرآنی نسخۂ کیمیا اثر کا مرہم رکھ کر ضبط کی کوششیں کر رہے تھے۔ دل و دماغ تو قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور کلمۂ طیبہ کی اثر انگیزی کی وجہ سے قابو میں آ گیا مگر یہ آنکھیں ہیں جو اپنا جوار بھاٹا آنسوؤں کی شکل میں باہر نکالنے کو بے قرار ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں جاری ہے۔ آہستہ آہستہ خاندان اعلیٰ حضرت کے شہزادگان، عزیز و اقارب، اہل عقیدت اور ارباب ارادت کے آنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کی زبان پر اور سوشل میڈیا کے ہر گروپ پر یہی چرچا ہے کہ ''آج مؤرخہ ۲۲؍شوال المکرّم ۱۴۴۰ھ/ ۲۵؍جون ۲۰۱۹ء بروز منگل بعد نماز مغرب تقریباً ۸:۱۵؍بجے تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی کے شوہر یعنی نواسی داماد حضور مفتی اعظم ہند عالیجناب محترم الحاج فاروق رضا خاں صاحب کا وصال ان کے گھر ہی پر ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

اس خبر کا نشر ہونا تھا کہ ہر طرف سے ہمارے پاس فون اور تعزیتی میسیج آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہر ایک اپنے اپنے انداز میں ہم سب اہل خانہ کو دلاسے دے کر صبر کی تلقین کر رہا تھا۔ کچھ کی آوازیں ہماری سماعت سے ٹکرا رہی تھیں اور کچھ کی آوازیں مدھم مدھم انداز میں پردۂ سماعت سے مبہم انداز میں ٹکرا کر ہوا میں تحلیل ہو رہی تھیں۔ کیونکہ ہم اپنے حسی وجود کے ساتھ اگرچہ ان تعزیت کرنے والے حضرات کے درمیان تھے مگر ہماری نگاہیں اپنے محترم شفیق والد گرامی کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ کتنا سکون تھا اس وقت اس چہرے پر۔ کتنی پاکیزگی تھی آج اس بشرے پر۔ لب ایسے کہ لگ رہا تھا کہ ابھی تبسم ریز جنبش کرنے لگیں گے۔ آنکھیں اس طرح بند کہ لگتا تھا جیسے بس ابھی کھول دیں گے۔ اپنے والد مکرم کا چہرہ پوری زندگی دیکھتے رہے لیکن آج جیسا اتنا بارونق چہرہ تو کبھی بھی نہ دیکھا۔

نگاہیں اپنے والد محترم کے چہرۂ مبارکہ کا طواف کر کے اس مقدس چہرے کے پیچھے چھپی ماضی کی تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے لگتی ہیں۔ والد محترم کی زندگی کا ہر باب ہماری نگاہوں میں کھلی کتاب کی طرح سما جاتا ہے۔ پردۂ ذہن پر والد مکرم کی زندگی کے نقوش ہویدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ دیکھیں مؤرخہ ۱۵؍جون ۱۹۴۵ء کی گھڑی ہے۔ امام عشق ومحبت سے نسبت رکھنے والی پریم نگری بریلی شریف کی بابرکت سرزمین ہے۔ اسی تاریخ اور اسی سرزمین پر ہمارے والد معظم نے دنیا میں آنکھیں کھولیں۔ والدین نے آپ کا نام نامی اسم گرامی ''محمد فاروق رضا'' رکھا۔ ایام شیر خوارگی گزرے، ۴؍سال ۴؍مہینے لاڈ و پیار کے ساتھ عمدہ پرورش کی صورت میں مکمل ہوئے۔ بزرگوں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اہل خانہ نے رسم تسمیہ خوانی ادا کرائی، قاعدہ بغدادی، یسرنا القرآن، پارہ اور پھر قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی اُردو پڑھی، واجبی دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کے مراحل انہماک کے ساتھ طے کیے۔ گریجویشن مکمل کیا۔ پڑھنے میں بااستعداد تھے۔ امتیازی وانفرادی حیثیت حاصل

تھی۔اس طرح طلب علم کا مرحلہ بحسن وخوبی مکمل کیا۔

پردۂ ذہن پر والد محترم کے زمانۂ تعلیم کے یہ روشن نقوش اپنی تمام تر درخشندگی کے ساتھ اُبھر رہے تھے کہ اچانک ان نقوش میں تبدیلی ہوتی ہے۔والد محترم کی عملی زندگی کا باب کھلتا ہے۔تکمیل تعلیم کے بعد اہل خانہ کے مشورے سے برسرِ روزگار ہونے کی کوشش شروع ہوجاتی ہے۔تعلیمی استعداداور تعلیمی ریکارڈ اچھا ہونے کی وجہ سے بہت جلد گورنمنٹ نوکری مل جاتی ہے۔گورنمنٹ نوکری میں کبھی بھی آپ نے رشوت قبول نہ کی۔حلال معاش کے ساتھ دینی فرائض وواجبات اور دیگر اعمال شرعیہ کی ادائیگی بھی اپنے اپنے وقت پر حتی المقدور انجام دیتے رہے۔زندگی کی گاڑی اسی طرح آگے بڑھتی رہی کہ اسی درمیان تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہزادی محترمہ عالیہ ’’سارہ بیگم‘‘ علیہا الرحمہ کی شہزادی اور میری والدۂ مکرم عالیہ محترمہ ’’ماہ پارہ‘‘ صاحبہ سے والد محترم کا عقد نکاح ہوجاتا ہے۔

سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات سے منسوب اس عظیم نسبت نے والد محترم کی زندگی میں مزید چار چاند لگا دیئے۔آپ زمانہ میں ’’نواسی داماد سرکار مفتی اعظم ہند‘‘ کے عظیم تمغے سے سرفراز ہوکر مشہور ہوئے۔آپ سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

زندگی کے شب و روز یونہی گزرتے رہے اس درمیان اللہ رب العزت کی بارگاہ سے آپ کو تین بیٹوں اور ایک بیٹی کی صورت میں عظیم نعمت سے نوازا گیا۔آپ کے تینوں شہزادگان کے اسماء یوں ہیں:

(۱) مولانا محمد معظم رضا خان نوری

(۲) مکرم رضا خان نوری

(۳) بارق رضا خان تحسینی

الحمدللہ! آپ کے تمام شہزادے مذہب اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ قائم ہیں۔والد مکرم اور والدۂ محترمہ نے ہم سب کی مثالی تربیت کی۔دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم سے بھی آراستہ کیا۔مذہب و مسلک کے معمولات وعقائد تو خانگی ماحول ہی سے ہمارے ذہن وفکر میں رچ بس گئے تھے۔ہم سب کی شب و روز یہی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے بزرگوں اور اپنے والدین کی تعلیم وتلقین کی روشنی میں ہم سب مسلک اعلیٰ حضرت کی زیادہ سے زیادہ ترویج واشاعت کرسکیں۔

پردۂ ذہن پر والد محترم کے ابواب زندگی یکے بعد دیگرے سامنے آرہے ہیں۔کس کس کا ذکر کروں اور کس کس بات کو نظر انداز کروں۔اللہ تعالیٰ نے ہمارے والد محترم کو زندگی کی ۷۴ ربہاریں عطا فرمائیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس ۷۴ رسالہ زندگی میں بہت سی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ان ساری نعمتوں میں ہمارے لیے سب سے قابل افتخار نعمت یہی ہے کہ ہمیں سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے مجدد اسلام سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عظیم نسبت عطا فرمادی۔

۲۰۰۳ء میں ہمارے والد محترم نے ہماری والدۂ محترمہ اور پھوپھی صاحبہ کے ساتھ زیارت حرمین طیبین فرمائی۔حج بیت اللہ کی

سعادت کے ساتھ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر ۲۰۱۲ء میں ہماری والدۂ مکرمہ، پھوپھی صاحبہ اور ہماری ہمشیرہ کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

مؤرخہ ۲۲ر شوال المکرّم ۱۴۴۰ھ/ ۲۵ر جون ۲۰۱۹ء بروز منگل آپ نے یہ پورا دن سکون کے ساتھ گزارا۔ وقت پر نمازیں اور دیگر معمولات ادا فرمائے۔ اذان مغرب کے بعد مغرب کی نماز ادا کی۔ نماز مغرب سے فارغ ہوکر ''بیر روحاء'' کا مقدس پانی نوش فرمایا اس کے ساتھ ہی زمزم شریف بھی نوش جان فرمایا۔ پھر خمیرہ اور دودھ پیکر اپنے بستر پر لیٹ گئے۔ ہم سب یہی سمجھ رہے تھے کہ آپ آرام فرما ہیں مگر یہ کیا؟ آپ کی روح تو قفس عنصری کو خیر آباد کہہ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملی ہے۔ ۸:۱۵/ بجے کا یہ وقت ہے۔ مؤرخہ ۲۶ر جون بروز بدھ بعد نماز ظہر رضا چوک سیلانی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں عوام وخواص نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ شہزادۂ حضور امین شریعت، نبیرۂ استاذ زمن حضرت علامہ مفتی سلمان رضا خان صاحب مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ خانوادۂ رضویہ کے شہزادگان بھی نماز جنازہ میں شریک تھے۔ بعد نماز آپ کا جنازہ مرکز اہل سنت درگاہ اعلیٰ حضرت پر لایا گیا۔ درگاہ شریف کے اندر جو تبرکات رکھے ہوئے ہیں ان میں آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقش قدم پاک بھی ہے۔ حضور صاحب سجادہ آستانۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں مدظلہ نے کرم فرماتے ہوئے یہی نقش قدم مبارک ہمارے والد محترم کی پیشانی اور سینہ پر رکھا۔ ہماری عقیدت یہ کہہ رہی ہے کہ حضرت صاحب سجادہ نے جب یہ نقش قدم پاک ہمارے والد محترم کی پیشانی اور سینہ پر رکھا تو ہمارے والد محترم ضرور اعلیٰ حضرت کی زبان میں یہ کہتے ہوں گے ۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے قدم پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

درگاہ اعلیٰحضرت میں تبرکات رکھنے کے بعد شہزادۂ تاج الشریعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں مدظلہ العالی نے دعا فرمائی۔ پھر درگاہ اعلیٰ حضرت سے والد معظم کا جنازہ سٹی قبرستان لایا گیا جہاں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے دادا حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں اور والد مکرم حضرت علامہ نقی علی خاں علیہما الرحمہ کے قدموں میں تدفین کی گئی۔ قبر پر اذان پڑھی گئی۔ دعا ہوئی اور پھر تمام عزیز واقارب اور اہل عقیدت سوگوار اور نم آنکھوں سے واپس ہوگئے۔

اللہ رب العزت ہمارے والد مکرم کی مغفرت فرمائے، آپ کی قبر پر انوار ورحمت کی بارشیں نازل فرمائے، قبر سے لے کر حشر تک کی تمام منزلیں ان کے لیے آسان فرمائے۔ سیدی غوث پاک کے جھنڈے تلے ان کا حشر فرمائے۔ ہم پسماندگان کو صبر جمیل اور اپنے والد مکرم کے لیے ایصال ثواب کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے والد معظم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ہم سب کو مذہب اہل سنت کا پابند اور مسلک اعلیٰحضرت پر قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

واہ! جلوۂ حق تاریخی مادّے (۱۴۴۰ھ)

مستخرجہ۔ حضرت مفتی محمد انور علی رضوی منظری، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

برانتقال پُر ملال خطیب اہل سنت، نقیب رضویت، ناشر مسلک اعلیٰحضرت، مصلح قوم و ملت، قلمکار، مفکر، مدبر، مصنف، مدرس، پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج شاہ سید شاہد علی رضوی نوری جمالی کریمی، مفتی و قاضی شہر رامپور، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ۔
تاریخ وفات ۲۱ / رجب ۱۴۴۰ھ / ۲۹ / مارچ ۲۰۱۹ء بروز جمعہ

☆

☆ آہ! موت العالم موت العالم عطائے حق ۱۴۴۰ھ
☆ واہ! المنت لله اشهد ان محمد ا عبده ورسوله ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! انتقال پرملال سید شاہد علی اہل ہدیٰ ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! مرد نامور سید شاہد علی علیہ الرحمہ ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! مہر منور، نادر انجمن سید شاہد علی ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! وفات بلند عقل، شیریں کلام ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! شفیق عادل، شگفتہ دل ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! گلریز خطیب اہل سنت ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! آہ! ماہ تابندہ دل انتقال شد ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! مفکر اہل سنت، تاج انجمن ۱۴۴۰ھ
☆ واہ! بعنایت الٰہی ذی حوصلہ ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! مؤلف بلند ہمت از جہاں رفت ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! بلند پایہ، چراغ دین نبی ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! مخلص انور، ہر دل مقبول ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! تاج انجمن انتقال شد ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! رحلت دل آویز، شمع دل افروز ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! آہ! باادب از جہاں رفت نور اللہ مرقدہ ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! قمر اہل سنت، تاج انجمن ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! وقار جلیل المراتب، گل رنگین ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! رخصت گل باکمال ۱۴۴۰ھ
☆ آہ! بزرگ دانا، بانی مدرسہ الجامعۃ الاسلامیہ رامپور ۱۴۴۰ھ

☆

واہ! قادری گنج جواہر مادہ ہائے تاریخ وصال (۲۰۱۹ء)

☆ آہ! نسیم بہار، امیر اہل سنت رامپور ۲۰۱۹ء
☆ آہ! بلند پایہ، مرد دانا، فاتح رامپور نور اللہ مرقدہ ۲۰۱۹ء
☆ آہ! رونق فیض وہاّج، باحلم نور اللہ مرقدہ ۲۰۱۹ء
☆ آہ! ماہ، ناشر رضویت ۲۰۱۹ء
☆ آہ! نقیب رضویت، چشمۂ وفا ۲۰۱۹ء
☆ آہ! آہ! انتقال شہ چمن، بلبل خوش نوا ۲۰۱۹ء
☆ آہ! رونق محفل، صاحب روشن قیاس نور اللہ مرقدہ ۲۰۱۹ء
☆ آہ! رحلت حلیم الطبع، مونس، صابر وشاکر علیہ الرحمہ ۲۰۱۹ء
☆ آہ! وفات سنی رضوی رفیق ۲۰۱۹ء
☆ آہ! حنفی قاضی شہر رامپور ۲۰۱۹ء
☆ آہ! حق شناسی مفتی شہر رامپور ۲۰۱۹ء
☆ آہ! شیخ الحدیث، شمع علم ۲۰۱۹ء
☆ آہ! رخصت مؤدب نور اللہ مرقدہ ۲۰۱۹ء
☆ آہ! ہمدم دیرینہ، امیر اہل سنت رامپور علیہ الرحمہ ۲۰۱۹ء
☆ آہ! تجربہ کار، خطیب اہل سنت جدا باد ۲۰۱۹ء
☆ آہ! رحلت شمع افروز نور اللہ مرقدہ ۲۰۱۹ء
☆ آہ! بافیض، رونق چمن نور اللہ مرقدہ ۲۰۱۹ء
☆ آہ! مضمون نگار، حامی مذہب ۲۰۱۹ء
☆ آہ! وہاّج، بافیض، دانشمند نور اللہ مرقدہ ۲۰۱۹ء
☆ آہ! رخصت نیک مرد علیہ الرحمہ ۲۰۱۹ء

چیختا انصاف اور دم توڑتی انسانیت! کرو فکر اپنے بقا کی

از۔حافظ محمد ہاشم قادری نوری، جمشید پور

ہمارے ملک ہندوستان کا ترانہ ہے ۔

سارے جہاں سے اچھا ہے ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

ہندوستان جنت نشاں بھی کہلاتا تھا جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی مختلف قومیں مختلف مذاہب کے ماننے والے امن وشانتی سے بستے تھے (لیکن اب یہ جنت نشاں نہیں رہا) جب سے دوسری بار واضح اکثریت سے بی جی پی نے اقتدار پر قبضہ کیا ہے (قبضہ اس لیے کہ الیکشن کس طرح سے ہوا دنیا جانتی ہے) بھگوا دھاریوں نے حکومت کی پشت پناہی میں ہجومی بھیڑ (Mob Lynching) کے ذریعے مسلمانوں، دلتوں کو گائے کے نام پر قتل کا بازار گرم کرتے ہوئے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا ہے، چوری کے بہانے قتل، طرح طرح کے بہانوں سے نہتے مسلمانوں پر بھیڑ کے ذریعے حملہ آور ہو کر بے دردی سے قتل کرنا روز کا معمول بن گیا ہے۔ جو زہر الیکشن کے وقت پھیلایا گیا تھا۔ جو زہریلا پودا الیکشن کے وقت لگایا گیا تھا وہ اب تناور درخت بن گیا ہے اور مسلمانوں کے خون کا پیاسا ہو گیا ہے، ٹرینوں، سڑکوں جگہ جگہ پر پورے ملک میں اس طرح کے واقعات باقاعدہ منظّم سازش کے تحت کئے جارہے ہیں تاکہ مسلمان پست ہمت ہو جائیں اور آخری درجہ کے شہری کے طور پر رہیں۔ مسلمانوں کی پس ماندگی پہلے سے ہی کیا کم تھی کہ اب اس طرح ظلم وجبر کے ماحول میں اور زیادہ ہوتی جارہی ہے۔ ڈر اور خوف سے لوگ جی رہے ہیں۔

حالیہ واقعہ: علی گڈھ سے بریلی جاتے ہوئے ایک طالب علم کو بری طرح مار پیٹ کر ٹرین سے پھینک دیا۔ ظلم کی انتہا کر دی ڈر اور خوف سے لوگ سفر نہیں کر رہے ہیں کہ کب کیا حادثہ پیش آجائے۔

حالیہ واقعہ: دھتکی ڈیہ، ضلع سرائے کیلا کھرساواں، جھارکھنڈ میں تبریز انصاری کا ہے، جو انتہائی ظالمانہ اور سفاکانہ قتل ہے کسی اکیلے شخص کو باندھ کر 17 گھنٹہ بھیڑ کے ذریعہ مار دینا انتہائی شرمناک اور افسوس ناک ہے جس کی گونج سارے ملک سے لیکر پارلیمنٹ تک اور پوری دنیا تک پھیل گئی۔ امریکی حکومت تک نے رپورٹ شائع کی اور کہا ہندستان میں اقلیتوں، مسلمانوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔

افسوس صد افسوس! بے شرمی کی انتہا ہو گئی ہمارے ملک کے وزیر اعظم نریندر مودی جی کو اس کا احساس نہیں، فکر نہیں، مجرموں کو پکڑنے سزا دینے کے اعلان کے بجائے انھیں اس بات کا غم ہے کہ جھارکھنڈ کو بدنام کیا جارہا ہے۔ یہ انکی سفاکی کا منھ بولتا ثبوت ہے جو ان کو گھٹی میں پلایا گیا ہے۔ آر ایس ایس کی آئیڈیالوجی کے وہ پروردہ ہیں اسی راہ پر گامزن ہیں۔ یہ ملک کے لیے انتہائی شرمناک اور خطرناک ہے۔

اتنا یاد رہے کہ ظلم کا انجام ظالم کے لیے بھی خطرناک ہوتا

ہے۔ دنیا کی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی، قادر مطلق احکم الحاکمین کا یہی فیصلہ ہے کی ہر ظالم کی وہ پکڑ فرماتا ہے، اور بہت سے طریقوں میں یہ بھی طریقہ ہے کہ ظالم پر اللہ اس سے بڑا ظالم مسلط فرما دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں بدلہ ان کے کئے کا۔ (کنزالایمان) ۔ا

اس آیت کریمہ میں رب ذوالجلال والاکرام نے ظلم کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر وہ اپنے ظلم سے باز نہ آئے تو اللہ ان پر ان سے بڑا ظالم مسلط (زورآور) کردے گا، جو انھیں ذلیل وخوار اور تباہ و برباد کردے گا۔ ۔(2)

مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ کسی پر ظلم نہ کریں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ عزوجل سے ڈرو، خدا کی قسم! جو مومن دوسرے مومن پر ظلم کرے گا تو قیامت کے دن اللہ عزوجل اس ظالم سے انتقام (ظلم کا بدلہ) لے گا۔ ۔(3)

قرآن مجید میں ظالموں کی پکڑ، ظالموں کے انجام پر 164 آیات کریمہ موجود ہیں۔ ۔(4)

مسلمان موجودہ حلات سے مایوس نہ ہوں: حالات تو یقیناً ناگفتہ بہ ہیں پر مومن کو مایوس نہیں ہونا چاہیے اپنے اندر ایمانی قوت اور جذبہ کو بیدار رکھیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی بیدار رکھیں۔ حالات پر کڑی نظر رکھیں، آپس میں میل محبت قائم رکھیں، اسلامی تاریخ کا مطالعہ ضرور فرمائیں کہ ہمارے آقا ﷺ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وتمام بزرگان دین پر کتنے مظالم ہوئے لیکن وہ ثابت قدم رہے تو اللہ کی مدد آئی۔ قرآن مجید میں جابجا ذکر آیا ہے، آپ مسلمان ہیں آزمائشوں سے آپ کو گزارا جائے گا۔ قرآن مجید اعلان فرمارہا ہے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ........الخ

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم (یوں ہی بلا آزمائش) جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر تو ابھی ان لوگوں جیسی حالت (ہی) نہیں بیتی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، انہیں تو طرح طرح کی سختیاں پہنچیں اور انہیں (اسطرح) ہلا ڈالا گیا کہ (خود) پیغمبر اور ان کے ایمان والے ساتھی (بھی) پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ ۔(5)

دین اسلام کا راستہ کبھی پھولوں کی سیج نہیں رہا کہ اٰمَنَّا کہا اور چین سے لیٹ گئے۔ اس ''اٰمَنَّا'' کی قدر کا تقاضا ہر زمانے میں یہ رہا ہے کہ آدمی جس دین اسلام پر ایمان لایا ہے، اسے قائم کرنے اور اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرے اور جو طاغوت (سرکش شیطان جو خدا سے منحرف ہو اور گمراہ کرے) اور اس راستے میں مزاحم (روکنے والا، مزاحمت کرنے والا) ہو اس کا زور توڑنے میں اپنے جسم وجان کی ساری قوت لگادے۔ چاہے اس میں اسکی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

جوش کے ساتھ ہوش کو قائم رکھیں: سوئی ہوئی ملت کے لوگ جاگ رہے ہیں تو بہت اچھی بات ہے لیکن ذمہ داران اپنے ماتحت لوگوں کو حکمت کے ساتھ دھرنا، پردرشن اور بیانات دینے کی بات کو سمجھائیں۔ ہر شخص میڈیا میں نہ دے، حکومت اور مسلمان دشمن

طاقتیں راہ دیکھ رہی ہیں کہ کس طرح لوگوں کو قانون کے شکنجے میں جکڑیں۔ قانونی لڑائی میں مضبوطی دیکھائیں۔فوٹو بازی اور میڈیا سے دور رہیں۔مسلمانوں میں جوش میں بیان بازی بہت ہوتی ہے لیکن بعد میں مظلومین کی طرف سے قانونی لڑائی میں ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہوتا، رشتے دار، پڑوسی اور اس شہر کے لوگ قانونی لڑائی میں مظلوم کے ساتھ ثابت قدمی سے جمے رہیں۔ضرورت پڑنے پر بڑی جماعتوں رضا اکیڈمی، مسلم پرسنل لا بورڈ، جماعت رضائے مصطفٰے وغیرہ وغیرہ سے مالی، قانونی مدد لیں۔ بیچ میں راستے میں ادھوری قانونی لڑائی کو چھوڑ کر نہ بھاگیں۔ یہ بہت ضروری ہے اس پر خاص توجہ کی ضرورت ہے، انصاف! تو ایسے ہی مہنگا اور داؤ پیچ میں پھنس کر ختم ہوتا جا رہا ہے پھر بھی جو باقی ہے اسے حاصل کرنے کی جدو جہد میں ثابت قدمی ضروری ہے، گجرات میں بلقیس بانو کا کیس، یوپی میں ڈاکٹر کفیل کا کیس وغیرہ وغیرہ اس کی مثال ہے، ہمت صبر، اور اعتماد (cnfidence) کی سخت ضرورت ہے۔اپنے بچوں کو جسمانی ورزش، جوڈو، کراٹے، جم وغیرہ ضرور سکھائیں، آج کا نوجوان صرف موبائل کا دیوانہ حواس باختہ ہو گیا ہے۔جسمانی دماغی طور پر مجنوں کی طرح بدحواس اپنے اطراف کی سازشوں سے بے خبر ہے۔ یاد رکھیئے دنیا و دشمن کبھی بزدل، نامرد کو جینے کا حق نہیں دیتی جو مردانہ طاقت اور ذہن کا مضبوط ہوتا ہے وہی حالات زمانہ کے اعتبار سے زندہ رہ سکتا ہے۔'' عقلمند را اشارہ کافی است'' مسلمانوں کو اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بزدلی کی موت مرنا مسلمانوں کے لیے باعث شرم اور عار ہے بھیڑ میں جان کی بھیک مانگنا کوئی دینے والا نہیں۔

جلتی لاشوں کا یہ جنگل ہے درندے ہیں یہاں
آدمی کا دور تک نام و نشاں نہیں...

اسلام میں جہاں ظالم کو معاف کرنے پر اجر و ثواب ہے وہیں ظالم سے بدلہ لینے پر بھی ثواب ہے۔ ماب لینچنگ Mob Lynching کے واقعات کے پیش نظر قرآن کریم کی سورہ شوریٰ کی آیت 39 سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے اس پر غور فرمائیں اور اس پر عمل فرمائیں!

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ.

ترجمہ: اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

ظالموں سے لڑنا اہل ایمان کی ایک بہترین صفت قرآن مجید نے بتائی ہے، اہل ایمان ظالموں اور جابروں کے لیے نرم چارہ نہیں ہوتے، ان کی نرم خوئی اور عفو و درگزر کی عادت کمزوری کی بنا پر نہیں ہوتی، ایمان والوں کو بھکشوں اور راہبوں کی طرح مسکین بن کر رہنا نہیں سکھایا گیا ہے، انکی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ جب غالب ہوں تو مغلوب کے قصور کو معاف کر دیں جب قادر ہوں تو بدلہ لینے سے درگزر کریں اور جب کسی زبردست یا کم زور آدمی سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو چشم پوشی کر جائیں، لیکن جب کوئی طاقت ور اپنی طاقت کے زعم میں ان پر زور زبردستی ظلم کرے تو ڈٹ کر کھڑے ہو جائیں اور مقابلہ کریں اور اس کے دانت کھٹے کر دیں۔'' مومن کبھی ظالم سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کسی متکبر کے آگے جھکتا ہے۔اس قسم کے لوگوں کے لیے وہ لوہے کا چنا ہوتا ہے جسے چبانے کی کوشش کرنے والا اپنا ہی جبڑا توڑ لیتا ہے۔

اسلام جان وایمان کی حفاظت کو ترجیح دیتا ہے: تبریز

انصاری یا اور بھی لوگ جو موب لنچینگ میں (شہید ہوئے) مارے گئے ظالموں نے اپنے مذہبی نعرے بھی لگوائے، دیدہ دلیری اور بے شرمی کی حد ہوگئی کسی کو مار مار کر آپ اپنے مذہبی نعرے لگوا کر مزے لے رہے ہیں۔ یہ انتہائی سفاکی اور بے شرمی کی بات ہے، جسکی جان پر بنی ہوئی ہے وہ بے چارہ کیا کرے۔ مجبوری میں نعرے بھی لگا تا ہے۔ ہمارے ملک کے وزیر اعظم نریندر مودی نے جھاڑ کھنڈ کے سانحہ پر پارلیامنٹ میں محض افسوس جتایا، نہ ہی مجرموں پر کوئی کارروائی کی بات کی اور نہ ہی کوئی معاوضہ کی بلکہ جھاڑ کھنڈ کو بدنام کرنے کا الزام لگا دیا، اور اب پارٹی کی میٹنگ میں پارٹی کی بدنامی کا افسوس جتار ہے۔ ہیں مسلم عورتوں سے جھوٹی محبت دکھانے والا دل کہاں سو گیا۔ شادی کے صرف 57 دن کے بعد ان کے نظریات کے ماننے والوں نے جوان عورت شائستہ کو بیوہ بنا دیا؟ پارٹی اور جھارکھند کی بدنامی کا احساس تو صرف دکھاوا ہے۔ جھارکھنڈ تو لنچستان بنا ہوا ہے۔

18 مارچ 2016 لاتیہار، مظلوم انصاری، امتیاز انصاری 18 مئی 2017 شیخ حلیم، سراج خان، ببلو مشاہیر ہندو (دلت) سے لیکر 17 جون 2019 تبریز انصاری، سرائے کیلا کھرساواں تک 19 لوگ موب لینچینگ (ہجومی تشدد) بھیڑ کے ذریعہ شہید کیے جا چکے ہیں پوری لسٹ میرے پاس موجود ہے، لوگ گوگل سے نکال سکتے ہیں۔ مودی جی اور ان کے ہمنواسے تو ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں۔

نہ یہ ظلم وستم ہوتا نہ یہ بیچارگی ہوتی
حکومت کرنے والوں کی نیت نہ گر بری ہوتی
پہنچنا چاند پر انسان کا ہے مسرور کن لیکن
منور پہلے اپنے دل کی تاریکی تو دور کی ہوتی

ظالموں کی بھیڑ کے ذریعہ جب کسی مسلمان کو جان سے مارا جار ہا ہو اور اس مظلوم مقتول سے مذہبی نعرے لگوائے جائیں تو مظلوم کے لیے شریعت اسلامیہ نے جان وایمان کے تحفظ کا راستہ بتایا ہے۔ اس سلسلے میں فقہ کی مشہور کتاب ''**المدخل الی المذاهب الفقهيه**'' میں مصر کے سابق مفتی جمہوریہ ڈاکٹر مفتی علی جمعہ نے بہت صراحت کے ساتھ شریعت کے مقاصد کو بیان فرمایا ہے ''آپ نے مقاصد شرع بیان کرتے ہوئے امام غزالی اور دیگر علما نے جن حسب ذیل امور کو شمار کرایا ہے انہیں نقل کیا ہے: (1) حفاظت دین، (2) حفاظت جان، (3) حفاظت مال، (4) حفاظت عقل۔

مصر کے مفتی جمہوریہ ڈاکٹر مفتی علی جمعہ نے پہلے نمبر پر حفاظت دین کے بجائے حفاظت جان کو کر دیا ہے اور حفاظت دین کو دوسرے نمبر پر کر دیا ہے۔ پھر اس تبدیلی پر ہونے والے شبہات کا تفصیلی جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

1۔ اختلاف ترتیب سے اختلاف معنی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چوں کہ نتیجے کے اعتبار سے سب سے اہم دین ہے، یہ بات متفق علیہ ہے، کیوں کہ دراصل دین ہی انسان کی نجات سرمدی کا ضامن ہے۔ اسی طرح یہ امر بھی متفق علیہ ہے کہ جان کی سلامتی کے ساتھ ہی انسان دین صحیح پر ثابت قدم رہتا ہے۔ اگر جان ہی نہ ہو تو پھر وہ کس دین کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حالت ''اضطرار'' میں حرام بھی حلال ہو جاتا ہے اور دل ایمان پر قائم ہو تو زبان سے کفر کے اقرار سے بھی ایمان پر فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح اگر کوئی کافر مسلم ریاست کا وفادار شہری ہے اگر چہ وہ دین کے اعتبار سے کفر پر ہو۔ اس

کی وجہ یہ ہے کہ اس کی جان رہے گی تب تو وہ آپ کی دعوت کا حق دار ہوگا اور اس کے لیے نجات سرمدی کا دروازہ کھلے گا۔ گویا آغاز کے لحاظ سے جان کی حفاظت اولین شیٔ ہے، دونوں کی اولیت دو الگ الگ جہتوں سے ہے۔

2۔ جب دونوں ترتیب میں معنوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں تو پھر مفتی صاحب نے ترتیب کیوں پلٹ دی؟ اس کا جواب مفتی صاحب نے یہ دیا ہے کہ اگر چہ دونوں ترتیب میں معنوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں، تاہم میری جدید ترتیب، جس میں جان کی حفاظت کو پہلا مقام دیا گیا ہے، معاصر ذہن، عصری تقاضے اور دعوتی نقطۂ نظر سے زیادہ مفید ہے۔ جب ہم یہ کہیں گے کہ اسلام دین کی دعوت کو پہلی ترجیح دیتا ہے، تو ایک شبہ ہوگا کہ اسلام حقوق انسانی کی بات بعد میں کرتا ہے، اپنے مذہب کی بات پہلے کرتا ہے۔ گویا اسلام کی حفاظت کے لیے دوسروں کی جان لینا بھی اسلام میں جائز ہے۔ اس کے برخلاف جب جان کی حفاظت کو ہم پہلے نمبر رکھیں گے تو یہ پیغام جائے گا کہ اسلام سب سے پہلے پوری انسانیت کی حفاظت اور بقا کو ترجیح دیتا ہے اور کسی کی جان بچانے کے لیے اس کے حق میں قبول اسلام کو شرط نہیں سمجھتا۔ اسلام پوری انسانیت کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے، صرف مسلمانوں کو تحفظ فراہم نہیں کرتا۔ اس سے یہ ہوگا کہ غیر مسلموں میں اسلام کی اچھی شبیہ قائم ہوگی اور جدید ذہن کے حق میں اسلامی دعوت کے امکانات وسیع تر ہو جائیں گے۔

نوٹ:- ڈاکٹر علی جمعہ صاحب کی مذکورہ بالا تصریح سے اختلاف کی بہت زیادہ گنجائش ہے اور یہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ البتہ ہمارے اسلاف کرام نے نمبر ایک پر حفاظت دین ہی کو رکھا ہے اور ہمیں اسلاف کے طریقے پر گامزن رہتے ہوئے اسی کو اول نمبر پر رکھنے کی ضرورت ہے۔

اسلامی تاریخ میں پہلی Mob-lynching : موجودہ دور، موجودہ عہد میں ہندوستانی مسلمانوں کے حق میں اس ترتیب جدید کا ایک اور فائدہ سمجھ میں آتا ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستانی مسلمان، ایمانی سطح پر بہت مضبوط مسلمان ہے۔ وہ اپنی جان کی بازی لگا سکتا ہے، مگر دین پر حرف آئے، یہ اسے گوارا نہیں۔ وہ اس جوش ایمانی میں عام طور پر اس سے بھی بے خبر ہے کہ مجبوری کے عالم میں زبان پر کلمۂ کفر لا دینے سے بھی ایمان پر حرف نہیں آتا، اگر دل ایمان پر مطمئن ہو۔ چنانچہ اہل مکہ ایک دن چند غریب مسلمانوں کو باندھ کر انہیں زود کوب کرنے لگے یہ مسلمانوں کے ساتھ اسلامی تاریخ میں پہلی موب لنچینگ ہوئی تھی اور اس میں پہلی جان جو شہید ہوئی تھی، وہ حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیہ کی تھی۔ وہ کہتے تھے ہمارے خداؤں کی جے پکارو۔ ہبل اور لات منات کا نعرہ لگاؤ۔ حضرت سمیہ نے نعرہ نہیں لگایا، ظالموں نے انہیں بے رحمی سے شہید کر دیا۔ اب حضرت یاسر کی باری تھی انہوں نے یہ نعرہ نہیں لگایا، ظالموں نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ اب حضرت عمار کی باری تھی۔ اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے والدین کا حشر دیکھ چکے تھے۔ ان پر جان جانے کا خوف طاری ہوا اور انہوں نے ان باطل خداؤں کی جے پکار دی۔ جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سہمے ہوئے تھے۔ آنسوؤں کا سمندر رواں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمار کیا ہوا؟ عرض کیا: حضور! میں نے آپ کی شان میں بھی گستاخی کر دی اور باطل خداؤں کی بھی جیکار کر دی۔ ارشاد ہوا: عمار! دل کا کیا حال ہے؟ عرض کیا: حضور! دل تو ایمان پر

مطمئن ہے۔

نبی رحمت ﷺ نے بجائے ملامت کرنے کے حضرت عمار کو محبت و رحمت کے ساتھ پھر سے اجازت دے دی: عمار! اگر یہ ظالم پھر سے یہ ظلم ڈھائیں تو پھر سے تم کو اس ظاہری کفر کی اجازت ہے۔ قرآن پاک کی آیت کریمہ نازل ہوئی۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِهٖ........الآیۃ 6

(ترجمہ) جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے (کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جمع ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

یعنی حالت مجبوری میں، دل اگر ایمان پر قائم ہے تو زبان سے کفری کلمات ادا ہو جانا، قابل مواخذہ نہیں! آج ہندوستان میں پھر سے اس مکی دور کی آمد ثانی ہو چکی ہے۔ آج اہل ایمان کو پھر سے اس رخصت کی اجازت ہے۔ مسلمان اپنے دلوں کو ایمان سے لبریز رکھیں اور ظاہری طور پر مجبوری میں کفر بول کر اگر اپنی جان بچانے کا موقع ملے تو بچائیں: کیوں کہ مسلمان کی جانیں بہت قیمتی ہیں شریعت کی وسعت میں ان کے جان وایمان دونوں کے تحفظ کا راستہ موجود ہے۔ حضرت عمار کا اسوہ مسلمانوں کے لیے رہبر ہے اور نبی رحمت ﷺ کے کلمات محبت ان کے لیے تسلی وتسکین کا سامان ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہم تمام مسلمانوں کی جان و مال عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

حوالہ جات: 1۔ القرآن: سورہ انعام:6، آیت:129 (2) قرطبی شریف: ج:4،ص: 62 (3) کنزالعمال: کتاب الاخلاق، قسم الاقوال الظلم والغضب، ج:2 ،ص: 202، الحدیث: 7621 کنزالعمال میں ظالموں کی پکڑ میں کئی احادیث موجود ہیں، 7594،5823(4) القرآن: سورہ بقر2، آیت:214

(5) القرآن: سورہ نحل:16، آیت:106

نعت پاک

از۔ سید وجاہت رسول قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی پاکستان۔

جو احمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

نہ سیارے تارے نہ گل رخ نظارے
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

سماک و سمک اور خوشبو مہک
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

نہ جنت نہ دوزخ نہ حور اور غلماں
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

نہ انس و ملک نہ جن اور شیطاں
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

نہ جنگل نہ صحرا نہ باد بہاراں
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

نہ کوہ و دمن سوسن و نسترن
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

نہ گلشن نہ کلیاں نہ پھل پھول سارے
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

نہ تاباں ستارے نہ مہ رخ نظارے
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

پہلی قسط

تحریکِ آزادی ۱۹۴۷ء اور جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء

جوش وخروش کے ساتھ، جشنِ آزادی منانے کی اپیل

از-علامہ یٰسٓ اختر مصباحی، دارُالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی

متحدہ ہندوستان کے جیالوں اور سرفروشوں نے، بے پناہ جانی اور مالی قربانیوں کے بعد غاصِب وظالم انگریز حکمرانوں کو، دہلی کا تخت وتاج چھوڑنے اور ملک بدر ہونے پر مجبور کیا۔ ہزار ہا مصائب و آلام، برداشت کرنے کے بعد ہی، ان مُحسنینِ قوم و ملک و وطن کو برطانوی پنجۂ اِستبداد سے، ہندوستانیوں کی گردن چُھڑانے میں، کامیابی، حاصل ہوسکی۔ جو، آج، پوری آزادی کے ساتھ، اپنے ملک ووطن کے چپے چپے پر، عزت واِفتخار اور امن وامان کی فضا میں، سانس لے رہے ہیں۔ اور جمہوری وقانونی واِنتظامی وتعلیمی وتجارتی، ہر طرح کے سپید وسیاہ اور، اِختیار و اِقتدار ونظامِ حکومت کے، خود، مالک و مُنتظم ہیں۔ اپنے داخلی اور قومی وملکی اور وطنی معاملات ومسائل کی ہر پیچیدہ گُتھی، سُلجھانے اور تعمیر وترقی کی ہر راہ پر چلنے کا، اب، مکمل اختیار ہے۔ جس میں، کسی بیرونی طاقت کی کوئی مداخلت، کسی محبِّ وطن کو، ہرگز، گوارا نہیں۔ اپنے لئے کوئی بھی قانون، ہم، خود، بناتے اور خود ہی، اسے، نافذ بھی کرتے ہیں۔ ہماری معاشرت ومعیشت، ہماری تجارت وصنعت، ہماری تعلیم، ہماری تنظیم، ہمارے ادارے، ہمارے مراکز سب کچھ، ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ آبادی سے، سرحد تک، ہمارا ہی کنٹرول ہے۔ دنیا کے ہر ملک وقوم کے ساتھ، اپنے مفادات ومصالح کے تحت، ہر طرح کا، رابطہ رکھنے اور، اپنی خارجہ پالیسی بنانے کی، ہمیں، مکمل آزادی ہے۔

حوصلہ شکن اور صبر آزما حالات سے، دوچار ہونے والے ہمارے قائدین ومجاہدین نے نہایت طویل مَراحلِ امتحان سے گذرتے ہوئے، جو، پرچمِ آزادی ہمارے سپرد کیا تھا، اُسے، سربلند رکھتے ہوئے آخر کار، ہم، اپنی منزلِ آزادی تک پہنچ ہی گئے۔ اور اگست ۱۹۴۷ء میں، ہم، اپنے آزاد ملک کے آزاد شہری کی حیثیت سے، اپنی آزاد سرزمین کے جغرافیائی حُدود کے ساتھ، نقشۂ عالَم پر اُبھرکر، ساری دنیا کی توجُّہات کا مرکز بننے میں، سُرخرو اور کامیاب ہوسکے۔ تحریکِ آزادیِ ہند میں، جن رہنماؤں نے، جس انداز سے بھی، کوئی سرگرم حصہ لیا اُن سب کو، یاد رکھنا آج کی نسل کی، قومی ومِلّی اور وطنی وملکی ذِمّہ داری ہے۔ اور، اس ذِمّہ داری کو ادا کرنا، اور اپنے قائدین ومُحسنین کو یاد رکھنا ہمارے جذبۂ احسان شناسی کا، ایک قابلِ قدر اور لائقِ تحسین مظاہرہ بھی ہے۔

تاریخِ آزادیِ ہند کا علم ومطالعہ رکھنے والے حضرات، اچھی طرح جانتے ہیں کہ تحریکِ آزادی (۱۹۴۷ء) کے آخری سالوں میں، متحدہ ہندوستان کی، دو بڑی سیاسی پارٹیاں (کانگریس اور مسلم لیگ) اپنے سیاسی خیالات ونظریات کی وجہ سے، ایک دوسرے سے، بہت دور ہوگئی تھیں۔

لیکن، اپنے شدید اختلافات کے باوجود، وہ، اِس نقطۂ اتحاد پر، متفق تھیں کہ انگریزی اِقتدار وحکومت کو، جڑ سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔ اور زمامِ اِقتدار وحکومت باشندگانِ ملک کے حوالے کیا جائے، جس میں، انگریزی سامراج کا، کسی طرح، کوئی عمل دخل، نہ ہو۔ دونوں سیاسی دَھڑوں میں، ایک کی لیڈرشِپ، گاندھی، نہرو کے ہاتھ میں تھی۔ جب کہ، دوسرے کی قیادت، جناح، لیاقت کر رہے تھے۔ ان میں، جس سے بھی، کوئی شخص، اتفاق، یا۔ اختلاف کرے، یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ مگر، تحریکِ آزادیِ ہند میں، ان دونوں دَھڑوں کی شرکت وحصہ داری، ایک واضح، تاریخی حقیقت ہے۔ جس کا، کُھلے دل سے، ہر آزادی پسند وحقیقت پسند اور اِنصاف پسند انسان کو، اعتراف کرنا چاہیے۔

تحریکِ آزادی (۱۹۴۷ء) کے معروف رہنماؤں اور لیڈروں کے ساتھ اُن علما وقائدین کو بھی، ہمیں یاد، رکھنا چاہیے، جن کی کوششوں اور قربانیوں کے نتیجے میں ہمارا کاروانِ آزادی، اپنی منزلِ مقصود (اگست ۱۹۴۷ء) تک پہنچا۔ اور آج، ہم، اپنی آزادی کی بے پناہ نعمتوں اور لذتوں سے، سرشار وشادکام ہو رہے ہیں۔ مثلاً: مولانا محمد نعیم الدین، مرادآبادی و مولانا سید محمد محدّث، اشرفی، کچھوچھوی ومولانا محمد امجد علی، اعظمی رضوی ومولانا شاہ مصطفیٰ رضا، بریلوی ومولانا حسنین رضا، بریلوی ومفتی برہانُ الحق، جبل پوری و مولانا عبدالماجد قادری، بدایونی ومولانا عبدالباری، فرنگی محلی لکھنوی ومولانا نثار احمد، کان پوری ومولانا ہدایت رسول، برکاتی لکھنوی و مولانا عبدالعلیم، صدیقی، میرٹھی، ومولانا عبدالحامد، قادری، بدایونی، و مولانا محمد عمر نعیمی، مرادآبادی ومولانا سید مصباحُ الحسن، چشتی، پھپھوندوی ودیوان آلِ رسول، اجمیری ومولانا معین الدین، اجمیری وسید شاہ محمد فاخر، الہٰ آبادی۔ وَغَیرھُم۔

مولانا ہدایت رسول، قادری، برکاتی لکھنوی (متوفی ۱۹۱۵ء) نے لکھنؤ میں، انگریزوں کے خلاف، زبردست تحریک چلائی تھی اور ''لکھنؤ بند'' کا اعلان کیا تھا۔ ''لکھنؤ بند'' کے دن، ساری دکانیں، بند تھیں۔ پورے شہر میں، کسی طرح کی خرید وفروخت، نہیں ہوئی۔ کسی انگریز نے، ایک بُڑھیا سے، جو، سبزی بیچا کرتی تھیں، اس سے کہا کہ مجھے، سبزی کی، سخت ضرورت ہے۔ اِسی لئے، میں، تمھارے پاس آیا ہوں۔'' بُڑھیا نے، برجستہ اور بلاخوف وخطر، اسے جواب دیا کہ ''نہیں! آج، کچھ، نہیں ملے گا۔ ہمارے مولانا نے، کسی طرح کی خرید وفروخت اور، دوکان کھولنے سے، لکھنؤ والوں کو، منع کیا ہے۔'' شاید، اس انگریز نے، امتحان لینے کے لئے، ایسا کیا۔ مگر، اس بُڑھیا کا، جذبۂ حُریت اور جذبۂ اِطاعت، قابلِ صد تعریف وتحسین ہے کہ اس نے، اپنے اِس جواب کے ذریعہ، اس انگریز کو، پیغام دیا کہ ہمیں، اپنے ملک کا مفاد، عزیز ومحبوب ہے۔ جس کا، ہم، سَودا نہیں کر سکتے اور ہم، تمھاری نہیں، بلکہ، اپنے قائد ورہنما ہی کی بات، مانیں گے۔''

مختلف اہم ملکی وقومی معاملات وتحریکات میں بے لَوث اور نہایت پُر جوش وسرگرم کردار ادا کرنے والے نمایاں ترین مسلم لیڈر، مولانا محمد علی جوہر سے بھی نئی نسل، نام کے سِوا، کچھ زیادہ آشنا نہیں۔ کسی سیاسی پارٹی اور کسی حکومت کی بھی، کوئی قابلِ ذکر، توجہ نہیں۔ مولانا محمد علی جوہر (متوفی ۱۹۳۱ء) نے، گول میز کانفرنس، لندن (۱۹۳۱ء) میں بابانگِ دُہل، یہ اعلان اور مطالبہ کیا تھا کہ:

’’مجھے، آزادی کا، پروانہ، چاہیے۔ میں، غلام ملک میں، واپس نہیں جاؤں گا۔‘‘ اسی دَورۂ لندن میں، اس مردِ قلندر کا، لندن ہی میں انتقال ہوا۔ اور جسدِ خاکی کو، بیتُ المقدس کی مبارک سرزمین میں، تدفین کی سعادت، حاصل ہوئی۔ مولانا جوہر نے، اپنی سرگرم قومی و سیاسی زندگی کی بعض شرعی غلطیوں سے، مولانا غلام معین الدین نعیمی مرادآبادی (متوفی اگست ۱۹۷۱ء) شاگرد و سوانح نگارِ مولانا نعیم الدین، مرادآبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کی تحریری روایت کے مطابق اپنے، دورۂ لندن (۱۹۳۱ء) برائے شرکتِ گول میز کانفرنس سے کچھ دِنوں پہلے، دہلی میں حضرت مولانا نعیم الدین، مرادآبادی سے ایک ملاقات و گفتگو کے بعد آپ کے سامنے ہی توبہ و رُجوع کرلیا تھا۔

(’’حیاتِ صدرُ الافاضل‘‘۔ مؤلّفہ: مولانا غلام معین الدین نعیمی۔ مطبوعہ لاہور)

مولانا محمد علی جوہر، حضرت مولانا عبد الباری، فرنگی محلی، لکھنوی سے اور صف اول کے مشہور مسلم لیڈر، مولانا حسرت موہانی حضرت مولانا عبد الوہاب، فرنگی محلی، لکھنوی سے نسبتِ بیعت و اِرادت رکھتے تھے۔

مولانا محمد نعیم الدین، مرادآبادی (متوفی ۱۹۴۸ء) نے،، اپنے ماہنامہ ’’اَلسَّوَادُ الْاَعظم‘‘ مرادآباد اور، اپنی قائم کردہ ’’آل انڈیا سنّی کانفرنس‘‘ کے پلیٹ فارم سے، پورے ہندوستان میں جس جذبۂ حُرّیت کی روح پھونکی، وہ، تاریخِ آزادیِ ہند کا، ایک درخشاں باب ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی (متوفی ۱۹۲۱ء) لفافہ پر، ہمیشہ، اُلٹا ٹکٹ لگایا کرتے تھے اور، یہ تاریخی جملہ، ارشاد فرماتے تھے کہ: ’’میں نے، ’’جارج پنجم‘‘ کا، سَر نیچا کر دیا۔‘‘ آپ کے بعض مکتوبات کی فوٹو کاپی، آج بھی موجود ہے، جن کے ٹکٹ پر، ملکۂ برطانیہ کا فوٹو ہے۔ اور ٹکٹ کو، لفافے پر، اُلٹا، چسپاں کیا گیا ہے۔ جو، آپ کے، اِس ارشاد کی، عملی شہادت ہے کہ:

’’میں نے، ملکۂ برطانیہ کا، سَر نیچا کر دیا۔‘‘

آپ نے، اپنی پوری زندگی میں، کبھی، کسی انگریز سے ملاقات کی، نہ ہی، کسی انگریزی کورٹ کچہری میں تشریف لے گئے، نہ ہی، اُن کی عدالت، تسلیم کی، نہ اسے، کبھی، عدالت کہا اور آپ نے، انگریزی حکومت و اِقتدار کو بھی، کبھی، تسلیم نہیں کیا۔ باضابطہ تحریکِ آزادی، تو ۱۹۲۰ء کے بعد، شروع ہوئی تھی۔ لیکن، اس سے تقریباً، دس سال پیشتر، ۱۹۱۲ء ہی میں، آپ نے فتویٰ دیا تھا کہ:

’’باستثنا، اُن مَعدودباتوں کے، جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات، اپنے ہاتھ میں رکھتے۔ اپنے سب مقدمات، اپنے آپ، فیصل کرتے۔ یہ کروڑوں روپے، جو، اِسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔ اپنی حرفت و تجارت کو، ترقی دیتے کہ، کسی چیز میں، کسی دوسری قوم کے محتاج، نہ رہتے۔ یہ، نہ ہوتا کہ، یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا، کچھ صَنّاعی کی گڑھنت کر کے، گھڑی وغیرہ، نام رکھ کر، آپ کو دے جائیں۔ اور، اس کے بدلے، پاؤ بھر چاندی، آپ سے لے جائیں۔‘‘

(رسالہ۔ ’’تدبیر فلاح ونجات و اِصلاح‘‘۔ ۱۹۱۲ء۔ مطبوعہ بریلی و بمبئی و لاہور۔ مشمولہ: فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵۔ مطبوعہ: پاک و ہند)

ذہن نشیں رہے کہ ۱۹۱۹ء کے حادثۂ ’’جلیان والا باغ‘‘

(امرتسر، پنجاب) اور ۱۹۲۰ء کے حادثۂ ''چوری چورا'' (گورکھپور) کے علاوہ، تحریکِ آزادیِ ہند میں اگست ۱۹۴۷ء تک، کوئی، ایسا، بڑا، اور قابلِ ذکر حادثہ نہیں ہوا۔ بعض پُر جوش ہندوستانی نوجوانوں نے، انگریزوں کے خلاف جو، کارروائی کی، اس کے خلاف انھیں، انگریزوں نے، ظالمانہ سزائیں دیں۔ **اس طرح کے، اِکّا دُکّا واقعات ہی، پیش آئے۔**

تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) کے بطن سے پیدا ہونے والی تحریکِ عدمِ تعاون (۱۹۲۰ء) اور ۱۹۲۰ء ہی کی تحریکِ ہجرت، انگریزی حکومت کے خلاف، ایک اِحتجاجی اِقدام تھا۔ اس کے بعد ہی باضابطہ، تحریکِ آزادی، شروع ہوئی اور جلسہ وجلوس کے ساتھ، ''**انقلاب**''، کے نعرے ہرطرف، گونجنے لگے۔ اِس طرح، انگریزی حکومت کے خلاف، بڑے پیمانے پر، احتجاج ومظاہرہ کا دَور، شروع ہوا۔

تحریکِ آزادی کا، ایک اہم سنگِ میل ''**ہندوستان چھوڑو**'' (۹/اگست ۱۹۴۲ء) کا نعرہ ہے۔ جس نے متحدہ ہندوستان کو، جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اور بڑی تعداد میں ہندوستانی، کُھل کر، انگریزی حکومت کے خلاف، صف آرا ہو گئے۔ اس تحریکِ آزادی میں، بعض سیاسی رہنماؤں کی گرفتاری اور قید و بند کے علاوہ، کوئی اور خطرہ، نہیں تھا۔ کیوں کہ، عالمی سطح پر، برطانیہ کا، دَورِ زوال، شروع ہو چکا تھا۔ اور اس کا آفتابِ اقبال، غروب ہونے لگا تھا۔ **جس کے نتیجے میں، اپنی بساط، سمیٹ اور لپیٹ کر، برطانیہ واپسی کے علاوہ انگریزوں کے سامنے، کوئی متبادل راستہ، باقی نہیں بچا تھا۔ انھیں، ہر حال میں، ہندوستان، چھوڑ کر، اپنے ملک (برطانیہ) واپس جانا ہی تھا۔ جب کہ ۱۸۵۷ء کا زمانہ، انگریزوں کے عروج کا زمانہ تھا۔ اور وہ، ہر طرح، مضبوط و منظّم اور مسلّح تھے۔ ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' نے، تجارتی بھیس میں، متحدہ ہندوستان کو لوٹ کر، اور نوابوں، راجاؤں کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا کر، پورے متحدہ ہندوستان کو، غلامی ومحکومی کی زنجیروں میں، جکڑ دینے کی زبردست منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔ جس کی پُر زور مزاحمت اور خونریز معرکہ آرائی، قائدین ومجاہدینِ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء نے کی۔ اور، ان کے خون سے، سرزمینِ ہند، لالہ زار ہوگئی۔ ان تاریخی حقائق کے پیشِ نظر، سارے اہلِ ملک ووطن کا لازمی فریضہ ہے کہ تحریکِ آزادی (۱۹۴۷ء) کے ساتھ، جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) کو بھی ضرور، یاد رکھیں۔ اور، یہ اجتماعی غلطی، بلکہ، احسان فراموشی، ہرگز، نہ کریں کہ صرف، پسینہ بہانے والوں کی جد وجہد کو، یاد رکھا جائے۔ اور اپنا خون بہانے والوں کی قربانی کو، فراموش کر دیا جائے۔**

عُلما و قائدینِ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء۔ مثلاً مفتی صدرُ الدین، آزردہ، دہلوی (متوفی ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) وعلاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) ومولانا سید احمد اللہ شاہ، مدراسی (متوفی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) ومولانا فیض احمد، عثمانی، بدایونی (متوفی، نامعلوم) ومولانا سید کفایت علی، کافیؔ مرادآبادی (متوفی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) و مولانا وہاج الدین مرادآبادی (متوفی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) ومفتی عنایت احمد، کاکوروی (متوفی ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء) و مفتی مظہر کریم دریابادی (متوفی ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۳ء) ومولانا، ڈاکٹر وزیر خاں، اکبرآبادی (متوفی ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۳ء) ومولانا رحمت اللہ، کیرانوی (متوفی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء) وغیرھُم۔ اپنے، جن اَسلاف و متقدمین سے فیض یاب تھے اور جن کی ہدایات و ارشادات سے انھیں، ترغیب وتحریکِ ملی، ان میں سے، چند حضرات کے اسماے

گرامی، درج ذیل ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء)

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، نقشبندی مجدّ دی، دہلوی (متوفی ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) حضرت شاہ عبد العزیز، محدّث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) حضرت قاضی ثناءُاللہ، مجدّ دی، دہلوی (متوفی ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) حضرت شاہ رفیع الدین، محدّث دہلوی (متوفی ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) حضرت مفتی محمد عوض، عثمانی، بدایونی ثم بریلوی (متوفی ۱۲۳۶ھ/ ۱۸۲۱ء) حضرت مفتی شرف الدین، رام پوری (متوفی ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۲ء) وغیرھُم۔

یہ گرامی قدر اَفراد و رِجال، ہماری مذہبی و سیاسی تاریخ کے روشن نقوش و اَبواب ہیں۔ اور ہمارے حال کا رشتہ، ان کے وجود، اور ان کے ماضی سے جُڑا ہوا ہے۔

۱۰/ مئی ۱۸۵۷ء کو، میرٹھ سے، جنگِ آزادی کا آغاز ہوا۔ جس کے بعد، راتوں رات، ہندوستانی فوجیوں کا، ایک پُر جوش اور پُرعزم دَستہ، ۱۱/ مئی کو دہلی پہنچا۔ یہ فوجی دَستہ، پچاسی (۸۵) فوجیوں پر، مشتمل تھا۔ جس میں، ہندو مسلمان، دونوں، شامل تھے۔ مگر، اکثریت، مسلم فوجیوں ہی کی تھی۔ یہ فوجی دَستہ، سیدھے، لال قلعہ پہنچا اور اس نے، بوڑھے اور نحیف و ناتواں مغل تاجدار، بہادر شاہ ظفر کی بادشاہت و سربراہی کا، اعلان کر کے، اپنی فوجی مُہم کا آغاز کر دیا۔ اور کشت و خون کا بازار، گرم ہوا۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں، ناکامی (۱۹/ ستمبر ۱۸۵۷ء) کے بعد ہندوستانیوں، بِالخصوص مسلمانوں کے خلاف، انگریزوں نے، جن وحشیانہ مظالم کا اِرتکاب کیا اُس کا ذکر، بعض انگریز مؤرخین نے بھی، اِس طرح کیا ہے کہ ہم نے، ہندوستانیوں کے ساتھ، جو، سلوک کیا، اُس کا، اپنے ملک (برطانیہ) میں، تصور بھی، نہیں کر سکتے۔

متعدد مؤرخین نے، لکھا ہے کہ دہلی سے پشاور تک، گرینڈ ٹرنک روڈ کی دونوں جانب شاید ہی کوئی خوش قسمت درخت ہوگا، جس پر، ایک، یا۔ دو عالم کو، پھانسی، نہ دی گئی۔ ایک اندازہ کے مطابق، تقریباً، بائیس ہزار عُلما کو، پھانسی دی گئی۔ اور، مجموعی طور پر، لگ بھگ پانچ لاکھ مسلمانوں کو، موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

جو بھی معزز مسلمان، کسی انگریز کے ہاتھ لگ گیا، اُس کو، ہاتھی پر بیٹھایا گیا۔ اور کسی درخت کے نیچے لے جا کر، اس کی گردن میں، پھندا ڈال کر، ہاتھی کو، آگے بڑھا دیا گیا۔ ایسے مظلوموں کی تعداد، ہزاروں نہیں، بلکہ، لاکھوں میں ہے کہ جن کی لاشیں، پھندے میں، جھول گئیں، آنکھیں، اُبل پڑیں، اور زبان، باہر نکل آئی۔

ایک انگریز کمانڈر، لارڈ رابرٹس (Lord Roberts) بیان کرتا ہے کہ چاندنی چوک (دہلی) میں، شہرِ خموشاں کا منظر تھا۔ ہر طرف، لاشیں بکھری ہوئی تھی۔ ایک بھی زندہ مخلوق، ہماری نظر سے، نہیں گذری۔ کہیں، کوئی کتّا کسی لاش کو، بھنبھوڑ رہا تھا۔ کہیں، کوئی گِدھ، اپنی گھناؤنی غذا چھوڑ کر پَھڑ پَھڑاتے ہوئے کچھ دور چلا جاتا، لیکن، اس کا پیٹ، اتنا بھر چکا ہوتا کہ وہ، اُڑ نہیں سکتا تھا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ ہماری طرح، ہمارے گھوڑوں پر بھی خوف، طاری تھا۔ اس لئے، وہ، بھی، بار بار، بِدک جایا کرتے تھے۔

میجر، ٹامسن، اپنی یادداشت میں، لکھتا ہے کہ ہمارے اکثر نوجوان محض اپنی خواہش اور اپنا شوق پورا کرنے کے لئے ہندوستانیوں کو، گولیوں سے، بھون دیا کرتے تھے۔

ایک انگریز کمانڈر، جنرل نیل نے الہ آباد اور کان پور کے درمیان، بے شمار دیہات وقصبات کو جلا کر، خاکستر کر دیا۔اور بے شمار دیہاتیوں اور قصباتیوں کو، موت کے گھاٹ، اُتار دیا۔

اس طرح کے المناک واقعات و حادثات سے، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کی تاریخ ہندوستانیوں کے خون سے، رنگین ہے۔ مگر، افسوس کہ آج کی نوجوان نسل، اپنے اِس کربناک و المناک ماضی سے بالکل بے خبر ہے کہ انگریزی سامراج نے کس طرح ہزاروں لاکھوں ہندوستانیوں کے ساتھ خوفناک مظالم کرکے، دہلی کے تخت وتاج پر، قبضہ کیا تھا اور انگریزوں کو، دہلی پر قبضہ کرنے سے، روکنے اور ان سے آزادی، حاصل کرنے کے لئے کتنی قربانیاں، اُس وقت کے انقلابیوں اور ہندوستانیوں نے دی ہیں۔جن میں لاکھوں کو، اپنی جان، قربان کرنی پڑی اور لاکھوں ہندوستانی بے گھر اور بے دَر ہو کر جنگلوں اور صحراؤں میں مارے مارے، پھرتے رہے۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں، کسی نہ کسی انداز سے، نمایاں کردار ادا کرنے والے عُلما و قائدین میں مندرجہ ذیل حضرات کو، خصوصی حیثیت واہمیت، حاصل ہے:

مفتی صدرُالدین، آزردہؔ، دہلوی وعلاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی و مولانا سید احمد اللہ شاہ، مدراسی و مولانا فیض احمد عثمانی، بدایونی و مولانا ڈاکٹر وزیر خاں، اکبرآبادی و مولانا رحمت اللہ، کیرانوی و مولانا سید کفایت علی، کافیؔ مرادآبادی و مفتی عنایت احمد، کاکوروی و مولانا مظہر کریم، دریابادی و مولانا رضا علی خاں، بریلوی و مولانا شاہ احمد سعید مجدّدی، دہلوی و مولانا وہاج الدین، مرادآبادی و سید محمد قاسم شاہ، داناپوری و منشی رسول بخش، کاکوروی و منیرؔ، شکوہ آبادی و غلام امام شہید۔وَغَیرھُم۔

ہندوستانی نوابوں اور سپہ سالاروں میں، جنرل بخت خاں وخان بہادر خاں روہیلہ و بیگم حضرت محل و نواب مجّو خاں، مرادآبادی و شہزادہ فیروز شاہ و جنرل عظیم اللہ، کان پوری۔وَغَیرھُم۔

اور ان حضرات سے، بہت پہلے، نواب، حافظ رحمت خاں، روہیلہ (والیِ روہیل کھنڈ) و نواب سراجُ الدَّولہ (بنگال) اور شیرِ میسور، سلطان ٹیپو (فرماں رَوائے ریاستِ میسور) نے انگریزوں سے گھمسان کی جنگ لڑتے ہوئے، ایک روشن تاریخ، رقم کی تھی۔

شیرِ میسور، سلطان ٹیپو (شہادت ۱۷۹۹ء) پورے متحدہ ہندوستان کی، وہ قابلِ افتخار شخصیت اور وہ ممتاز فرماں روائے ریاستِ میسور ہیں، جنھوں نے، انگریزوں سے لڑتے ہوئے، میدانِ جنگ میں شہادت پائی۔اور، انگریز کمانڈر نے، سلطان ٹیپو کی شہادت کا بڑے فخر کے ساتھ، اعلان کیا تھا کہ ''آج سے، ہندوستان ہمارا ہے۔''اور، یہی وہ شیر دل بہادر اور مردِ میدان ہے، جس کی زبان سے نکلا ہوا، یہ جملہ، زبان زدِ خاص وعام ہے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی، گیڈر کی، صدسالہ زندگی سے، بہتر ہے۔''

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء، میرٹھ، دہلی، آگرہ، بریلی، بدایوں، شاہ جہاں پور، کان پور، لکھنؤ، فیض آباد، الہ آباد کے وسیع علاقہ میں لڑی گئی۔اِس طرح، یہ ایک مکمل اور ہمہ گیر عوامی جنگ تھی۔ صوبائی سطح کی ایسی ہمہ گیر، اور زبردست عوامی جنگ، سب سے پہلے سرزمینِ بنگال میں، لڑی گئی تھی جس کا آغاز، ایک صوفی بزرگ، مجنوں شاہ نے کیا تھا۔

وجہ اس کی، یہ تھی کہ انگریزوں نے تجارتی بھیس میں، سب سے پہلے، بنگال ہی کو اپنا نشانہ بنایا تھا اور ان کے تجارتی ادارہ ''ایسٹ انڈیا

کمپنی' نے، ہُگلی (بنگال) میں اپنی سب سے پہلی تجارتی عمارت بنا کر، اس کے ذریعہ، بنگالی کسانوں اور تاجروں کا خون چوسنا، شروع کیا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے کسانوں کا اِس بُری طرح، اِستحصال کیا کہ ان کی زندگی، اَجیرن ہو کر رہ گئی۔ غلّہ اور کاشتکاری کی پیداوار کو کمپنی کے مقرّرہ داموں پر، کمپنی ہی کو، فروخت کرنا سارے کسانوں کے لئے کمپنی نے لازم کر دیا تھا اور جو کسان، کسی بھی طرح، اس کی خلاف ورزی کرتا، اسے سخت سزا سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ ۱۷۶۵ء میں، بنگال پر، انگریز، مکمل طور سے قابض ہو چکے تھے۔ مجنوں شاہ کے متعدد خُلفا اور بے شمار مریدین کے ساتھ، عام بنگالی بھی، انگریزوں کے ظلم و جبر سے عاجز آ کر، ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور ۱۷۶۳ء سے ۱۸۸۲ء تک، پورے بنگال میں غاصِب و ظالم انگریز حکمرانوں سے کسی نہ کسی شکل میں جنگ کرتے رہے۔ اس جنگ میں کسان، پیش پیش تھے۔ اور اصل افرادی قوت اُنھیں کی تھی۔ جن میں ہندو مسلمان، دونوں شامل تھے۔ مگر، واضح اکثریت، مسلمانوں ہی کی تھی۔ ۱۷۵۷ء میں جنگِ پلاسی، ۱۷۶۴ء میں جنگِ بکسر اور ۱۷۷۴ء میں جنگِ روہیل کھنڈ تاریخِ جنگِ آزادیِ ہند کے وہ، خونچکاں اَبواب ہیں جن میں، نوابوں اور انگریزوں کے درمیان، خونریز جنگیں، ہوئیں۔ سب سے وسیع، ہمہ گیر اور عوامی جنگ، دہلی و روہیل کھنڈ سے اَوَدھ والہ آباد و بہار تک ہونے والی فیصلہ کن جنگ، ۱۸۵۷ء کی تھی۔ جس میں، کلیدی اور بنیادی کردار، عُلمائے کرام کا تھا۔

تحریکِ آزادی (۱۹۴۷ء) و جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) کے مشہور مؤرخ رئیس احمد، جعفری، ندوی (متوفی ۱۹۶۸ء) اِس سلسلے میں، اپنا خلاصۂ مطالعہ، اِس طرح، تحریر کرتے ہیں:

''اِس حقیقت سے، کوئی، انکار نہیں کر سکتا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں، عُلما نے نمایاں حصہ لیا۔ ایک اہلِ علم، و محقق کے بقول مولانا فضلِ امام، صدرُ الصُّدور، و مفتی صدرُ الدین خاں آزردہ، و مفتی عنایت احمد، کاکوروی مُنصِف صدر امین، کول و بریلی، و مولانا فضلِ رسول، بدایونی، سررشتہ دار کلکٹری، صدر دفتر سَہسوان و مفتی انعامُ اللہ، گوپامئوی، قاضیِ دہلی و سرکاری وکیل الہ آباد، و مولانا مفتی لطف اللہ، علی گڑھی، سررشتہ دار امین بریلی و علاّمہ فضلِ حق خیر آبادی، سررشتہ دار ریزیڈنسی دہلی و صدرُ الصُّدور لکھنؤ و مہتمم حضور تحصیل، اَوَدھ و مولوی غلام قادر، گوپامئوی، ناظرِ سررشتہ دار عدالتِ دیوانی و تحصیل دار گوڑ گاؤں، و مولانا قاضی فیض اللہ، کشمیری سررشتہ دار صدرُ الصُّدور، دہلی۔ وغیرہ۔ یہ سب، اُس وقت کے بے نظیر و عدیم المثال اکابر عُلما تھے۔ حکومت کی باگ ڈور، انھیں کے ہاتھوں میں تھی۔ مسلمانوں کی سلطنت کی بربادی، ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ موقع کا انتظار تھا۔ ۱۸۵۷ء کا وقت آیا، تو، سب میں، پیش پیش، یہی حضرات تھے۔ والیانِ ریاست، اور اراکینِ دولت میں ناقوسِ حریت پھونکنے والے، یہی تھے۔ عوام کو، اُبھارنا، انھیں کا، کام تھا اور انقلابِ ۱۸۵۷ء کے بعد، سب سے زیادہ مصائب اُٹھانے والے اور آتشِ حریت میں جلنے والے یہی شمعِ شبستانِ آزادی کے پروانے تھے۔''

(ص ۸۵۵۔ ''بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد''۔ مؤلّفہ: رئیس احمد، جعفری، ندوی۔ طبعِ اول: کتاب منزل، لاہور۔ ۱۹۵۶ء)

جنگِ آزادی کے لئے زیرِ زمین، ماحول سازی و ذہن سازی میں، دِلاور جنگ، مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی (شہادت ۱۸۵۸ء۔ در معرکۂ شاہجہاں پور) کی سرگرمیاں اور شبانہ روز

کوششیں نہایت اہم ہیں، جو، صفحاتِ تاریخ میں نمایاں طور سے مرقوم ہیں۔سید احمد اللہ شاہ، مدراسی (بن سید محمد علی۔نواب چنیا پٹن، تعلقہ پورنا ملی۔جنوبی ہند بن سید جلال الدین عادل) جنوبی ہند کا ایک روشن ستارا ہے، جس نے شمالی ہند کے آفاق کو مدتوں، روشن رکھا اور، دہلی و آگرہ و لکھنؤ و فیض آباد و شاہجہاں پور کے اندر اپنی تگ و تاز اور معرکہ آرائیوں کی ایک نا قابلِ فراموش تاریخ، رقم کی۔حضرت میر قربان علی، چشتی (جے پور، راجپوتانہ) سے، مولانا مدراسی کو، نسبتِ بیعت و اِرادت کے ساتھ خلافت بھی حاصل تھی۔چشتیت کا آپ کے اوپر، غلبہ تھا۔اِسی لئے محفلِ سماع کا، خاص اِہتمام کیا کرتے تھے۔حضرت محراب شاہ قلندر، قادری، گوالیاری سے بھی آپ کو، سلسلۂ قادریہ میں، خلافت، حاصل تھی۔جنھوں نے، مولانا مدراسی کو خلافت، عطا فرماتے وقت یہ عہد لیا تھا کہ ''وطنِ عزیز کو، تمھیں، انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانا ہے۔'' مولانا مدراسی نے، اسے، بسر وچشم قبول کیا اور تکمیلِ عہد و پیمان کے لئے پورے طور سے سرگرم ہوگئے۔۱۸۴۶ء میں، گوالیار سے دہلی پہنچے اور علاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی کے رفیقِ درس اور گہرے دوست مفتی صدرُالدین، آزردہ، دہلوی (متوفی ۱۸۶۸ء) صدرُ الصُّدور دہلی تلمیذِ حضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی وعلاّمہ فضلِ امام، خیرآبادی سے اس سلسلے میں، رازدارانہ مشورہ کیا۔مفتی آزردہ، دہلوی کے مشورے کے مطابق، ان کے ایک خصوصی سفارشی مکتوب بنام، مفتی انعامُ اللہ، گوپامئوی (متوفی ۱۸۵۹ء) کے ساتھ، اُس وقت کے مرکزی مقام، آگرہ پہنچے۔اور، ایک ''مجلسِ علما'' قائم کرکے اپنی مُہم کا، باضابطہ، آغاز کردیا۔مولانا سید محمد میاں، دیوبندی، مؤلّفِ ''عُلمائے ہند کا شاندار ماضی'' اِس سلسلے میں، رقم طراز ہیں:

''حضرت مفتی محمد صدرُ الدین صاحب، جیسا اعلیٰ مدبر جس نے حضرت سید احمد اللہ شاہ، مدراسی کی سیاسی تگ و دَو کے لئے آگرہ کا میدان، منتخب فرمایا۔آپ (مفتی آزردہ) نے، خود ہی، اس کی ذمہ داری بھی لی کہ حضرت مولانا شاہ احمد اللہ صاحب، جیسے ہی، آگرہ پہنچیں، بلا کد و کاوش، کلیدی حضرات تک ان کی رسائی ہوجائے۔اور، یہ ان کا اعتماد، حاصل کرلیں۔چنانچہ، حسبِ روایت مفتی انتظام اللہ، شہابی، اکبرآبادی ''مفتی انعام اللہ، خان بہادر (گوپامئوی) جو، محکمۂ شریعت کے مفتی، رہ چکے تھے، اب، سرکاری وکیل تھے۔حضرت آزردہ کے خط کے ذریعہ، شاہ صاحب (مدراسی) ان کے یہاں، آکر، مقیم ہوئے۔ان کا گھر، عُلما کا مرکز بنا ہوا تھا۔مفتی (انعام اللہ) صاحب کے صاحبزادے مولانا اِکرام اللہ، صاحبِ ''تصویرالشُّعَرا'' آپ کے مرید ہوئے۔عُلما وفُضَلا کا یہ گلدستہ، جس کی شیرازہ بندی، اب تک، علمی وادبی ذوق نے کر رکھی تھی مولانا احمد اللہ شاہ کے پہنچنے کے بعد، اس میں سیاسی رنگ پیدا ہونا، شروع ہوا اور ''مجلسِ عُلما'' کی شکل میں اس اجتماع کی تشکیل کی گئی۔''

(''مجلسِ عُلما'' کے انتیس (۲۹) ارکان کی، مختصر فہرست دینے کے بعد، مولانا سید محمد میاں لکھتے ہیں)

یہ حضرات، صدارت، نظامت کے مختلف عہدوں پر فائز تھے۔یا، وُکلا تھے۔جنھوں نے اس مجلس کی رکنیت، منظور کی اور، دامے، درمے، قدمے، سخنے، شاہ صاحب کی تائید واِعانت، شروع کردی۔''

(ص ۴۱۸ تا ص ۴۲۰۔''عُلمائے ہند کا شاندار ماضی''۔جلدِ چہارم۔مؤلّفہ: مولانا سید محمد میاں۔مطبوعہ: کتابستان، قاسم جان اسٹریٹ، دہلی ۶)

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے دَوران، مولانا مدراسی کی واحد ایسی عظیم شخصیت ہے، جس نے ریاستِ ''محمدی'' (شاہجہاں پور) میں اپنی حکومت، قائم کر لی تھی۔ اور آپ کے نام کا، سِکّہ بھی جاری ہوگیا تھا۔

سِکّہ زَد، برہفت کشور، ''خادمِ محراب شاہ''
حامیِ دینِ محمد، ''احمد اللہ بادشاہ''

انقلابِ ۱۸۵۷ء کا دل، دماغ، متعدد انگریز مؤرخین نے، مولانا مدراسی ہی کو قرار دیا ہے۔ انگریز مؤرخ، میلسن نے، اپنی تیس (۳۰) سالہ تحقیق کے بعد، اپنی تاریخی کتاب ''انڈین میوٹنی'' (۱۸۹۱ء) میں مولانا مدراسی کی منصوبہ بندی اور شجاعت و بہادری کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ ریاستِ محمدی کے وُزَرا و اَرکان میں، شہزادہ فیروز شاہ، جنرل بخت خاں، مولانا فیض احمد، عثمانی، بدایونی مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی، وغیرہ، شامل تھے۔ مولانا مدراسی نے ۱۸۵۵ء میں، لکھنؤ میں، علاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی (متوفی ۱۸۶۱ء) سے خصوصی ملاقات کی تھی۔ اور ان دونوں عُلما کے درمیان، رازدارانہ گفتگو بھی، ہوئی تھی۔ جزیرۂ انڈمان ونکوبار کی اپنی اسیری کے زمانے میں علاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی نے اپنے مشہور قصیدہ ''اَلثَّوْرَۃُ الْھِنْدِیَّۃ'' بنام اردو ''باغی ہندوستان'' میں مولانا مدراسی کی بڑی تحسین و تعریف کرتے ہوئے جنگِ آزادی میں مولانا مدراسی کی قربانی اور شہادت کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ مولانا مدراسی کی شہادت (۱۸۵۸ء۔ درشاہجہاں پور) کی خبر، جب، انگلینڈ، پہنچی تو، انگریز، خوشی سے جھوم اُٹھے کہ، شمالی ہند میں، ہمارا سب سے خطرناک دشمن، ختم ہوگیا۔ انگریز مؤرخ، میلسن نے لکھا ہے کہ مولوی (احمد اللہ) بڑا عجیب انسان تھا۔ فوجی لیڈر کی حیثیت سے اس کی صلاحیت کے بہت سے ثبوت ملے ہیں۔ اس کے علاوہ، کوئی دوسرا شخص یہ ناز نہیں کرسکتا کہ اس نے، سر، کالن کیمبل (انگریز فوجی کمانڈر) کو، دو مرتبہ، سرِ میدان، شکست دی۔'' اس نے مردانہ آن بان کے ساتھ، کُھلے میدان، میں، ڈٹ کر اُن غیر ملکیوں کا مقابلہ کیا، جنھوں نے، اس کا ملک، چھین لیا تھا۔ ہر ملک کے بہادر اور سچے لوگوں کو چاہیے کہ مولوی (احمد اللہ) کو عزت سے یاد کریں۔ کیوں کہ وہ نہایت بہادر اور سچا محبِّ وطن تھا۔

انگریز مؤرخ، ہومز نے لکھا ہے کہ:

تمام باغیوں میں، مولوی احمد اللہ ہی، بادشاہت کا، سب سے زیادہ، مستحق تھا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) لکھتے ہیں:

''شاہ احمد اللہ صاحب کی شہادت پر، روہیل کھنڈ ہی کی جنگِ آزادی نہیں بلکہ درحقیقت، ہندوستان کی جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء ختم ہوگئی۔ یہ وہ، بہادر و جاں باز مجاہد تھا جس نے جنگِ آزادی کی تحریک کا آغاز کیا، اس کی تبلیغ کی، اور اس کو، پروان چڑھایا۔ اور آخر میں اپنی جان دے کر، اپنے عزائم و مقاصد کی بلندی پر، مہرِ تصدیق، ثبت کردی۔''

(ص ۳۰۳۔ ''جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء''۔ مؤلّفہ: پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مطبوعہ کراچی)

جنگِ آزادی کے ایام میں، انگریزی حکومت کے خلاف، جہاد کے دو تین فتاویٰ، جاری ہوئے جن میں صرف ایک فتویٰ محفوظ رہ گیا، جس کے لکھنے والے مجیب، مولانا نور جمال ہیں۔ اس کے

علاوہ، کسی فتویٰ کے متن کا، کوئی سراغ نہیں ملتا۔ بہت سارے ثبوت وشواہد کی طرح یہ فتاویٰ بھی، گردشِ ایام کی نذر ہوگئے۔ **صرف تحریری نہیں، بلکہ جہاد کے زبانی فتوے بھی دیے گئے تھے اوران زبانی وتحریری فتاویٰ ہی نے مسلمانوں اور انقلابی فوجیوں کے درمیان انگریزوں کے خلاف، برسرِ پیکار ہونے کا حوصلہ اور جذبہ پیدا کیا تھا۔**

مشہور مؤرخ، نجم الغنی خاں، رام پوری لکھتے ہیں:

''**ہر جمعہ کو، مسجدوں میں، جہاد کے واسطے، وعظ کہا جاتا تھا۔**'' الخ

(ص ۵۸۔ **اخبارُ الصّنادید**، جلدِ دوم ۔ مؤلّفہ: نجم الغنی خاں، رام پوری۔ مطبوعہ: رضا لائبریری، رام پور۔ اتر پردیش۔ انڈیا)

عُلماے فرنگی محل، لکھنؤ سے تعلیم یافتہ اور وابستہ، ممتاز قائدِ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء، مفتی مظہر کریم، دریابادی (متوفی اکتوبر ۱۸۷۳ء) کے ایک پوتے، مشہور اردو ادیب، عبد الماجد، دریابادی (متوفی ۱۹۷۷ء) اور دوسرے پوتے، ڈاکٹر محمد ہاشم، قدوائی ہیں۔

ڈاکٹر محمد ہاشم، قدوائی لکھتے ہیں:

''**مفتی صاحب نے، انگریزوں کے خلاف، جہاد کا، فتویٰ دیا۔**''

(**انقلابِ ۱۸۵۷ء نمبر۔ ماہنامہ، نیا دَور، لکھنؤ۔** شمارہ اپریل مئی ۲۰۰۷ء)

''**انگریزی تسلُّط کے بعد، مفتی (مظہر کریم، دریابادی) صاحب کو گرفتار کیا گیا۔ ان پر الزام لگا کہ انگریزی حکومت کے خلاف، جہاد کے فتوے پر، ان کے دستخط تھے۔**'' الخ۔ (حوالۂ مذکورہ)

عقائد میں، ہم مسلک، عُلماے بدایوں کے تھے۔ ''غَایَۃُ الْمَرَام فِی تَحقِیقِ الْمَولُودِ وَالْقِیَام'' کے نام سے ایک کتاب اپنے ایک عزیز قریب کے نام سے محفلِ میلاد اور اس میں، قیامِ تعظیمی کی حمایت اور جواز میں چھپوائی۔ ''مناقبِ غوثیہ'' یعنی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح اور توصیف میں ایک غیر مطبوع تصنیف چھوڑی۔ فارسی میں بھی متعدد فقہی مسائل سے متعلق ''**مسائلِ مذہبیہ**'' کے نام سے ایک تصنیف تھی۔ **جو، غیر مطبوع رہی۔**''

(ص ۹۷۔ ''**انقلاب ۱۸۵۷ء نمبر**''۔ **ماہنامہ، نیا دَور، لکھنؤ۔** شمارہ اپریل مئی ۲۰۰۷ء)

''مفتی عنایت احمد، کاکوروی (مؤلّفِ علم الصّیغہ وتَواریخ حبیب اللہ۔ متوفی اپریل ۱۸۶۳ء) بریلی میں صدر امین تھے۔ ان کے، حافظُ الملک، حافظ رحمت خاں کے خاندان سے بھی روابط تھے۔ **چنانچہ، نئی انقلابی حکومت (زیرِ قیادت: خان بہادر خاں، روہیلہ) کی ہر طرح کی امداد و اِعانت کرنے کا فتویٰ، مفتی صاحب نے ہی دیا تھا۔**'' (ص ۴۰۔ ''**نواب خان بہادر خاں شہید**''۔ مؤلّفہ: سید الطاف علی، بریلوی۔ مدیر ''اَلعِلم'' کراچی۔ مطبوعہ: کراچی ۱۹۶۶ء)

''**مفتی عنایت احمد، کاکوروی، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شریک تھے۔ پہلی مرتبہ، جہاد کے وجوب کا فتویٰ، جن لوگوں نے دیا، اُن میں، مفتی عنایت احمد، کاکوروی کا نام بھی شامل تھا۔ اور جہاد کے تاریخی فتوے پر، ان کے بھی دستخط ہیں۔ انھوں نے، فتویٰ بھی دیا۔ رائے عامّہ کو بھی، ہموار کیا۔ اور عملاً، جہاد میں بھی، حصہ لیا۔**'' الخ۔

(ص ۶۲۱۔ ''**محاضراتِ سیرت**'' از ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ مطبوعہ: اریب پبلشر، پٹودی ہاؤس۔ دریا گنج، نئی دہلی)

''**جب، مرادآباد میں، انگریز حامی نواب رام پور کی بالادستی، قائم ہوئی تو، مولانا سید کفایت علی، کافؔی مرادآبادی نے انگریزوں کے خلاف، فتواے جہاد، جاری کیا اور اس کی نقلیں، دوسرے مقامات پر، بھجوائیں۔ اور بعض مقامات پر خود بھی تشریف لے گئے۔ آنولہ ضلع بریلی میں خاص، اسی مقصد سے ایک ہفتہ سے زیادہ، قیام فرمایا۔ حکیم سعید اللہ ولد حکیم عظیم اللہ، آپ کے ہم سبق ساتھی تھے۔ ان کے یہاں، قیام کیا۔ آنولہ سے، مولانا کافؔی، بریلی پہنچے۔ اور نواب خان بہادر خاں، روہیلہ نبیرۂ حافظ رحمت خاں روہیلہ و مولوی سرفراز علی سے مشورہ وتبادلۂ خیال کیا۔ پھر، بریلی سے**

دہلی کے لئے جانے والی وہ فوج، جو، جنرل بخت خاں روہیلہ کی ماتحتی میں برسرِ پیکارتھی، اس کے ساتھ آپ ،مرادآباد ،واپس آئے۔'' (ملخص ۔''جنگِ آزادی نمبر''، مجلّہ ''اَلعلم'' کراچی۔شمارہ اپریل تا جون ۱۹۵۷ء۔بقلم: پروفیسر محمد ایوب قادری۔کراچی)

نواب، مَجدالدین، عُرف مجّو خاں نے جب مرادآباد میں، اپنی ایک آزاد حکومت ،قائم کی تو، اس نے مولانا سید کفایت علی، کافی مرادآبادی (شہادت ۶ رمئی ۱۸۵۸ء) کو، **مرادآباد کا ''صدرِ شریعت'' بنایا۔مولانا کافی، مرادآبادی** ،تلمیذِ مولانا شرف الدین ، رام پوری وشاہ ابوسعید، مجدّ دی، رام پوری وشاہ رفیع الدین ،محدّث دہلوی وشاہ عبد العزیز، محدّث دہلوی وتلمیذ وخلیفۂ شاہ غلام علی، مجدّدی، دہلوی ایک جلیلُ القدر عالم ومحدّث اور مصنف ہونے کے ساتھ، بلند پایہ، شاعرِ نعت اور عاشقِ رسول بھی تھے۔عشق رسولِ مقبول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے جذبات سے آپ کا دل، ہمہ وقت لبریز رہتا تھا اور نعتیہ اشعار کی صورت میں وہ، زبان پر آجایا کرتے تھے۔اسی جذبۂ مسعود اور وصفِ محمود سے متاثر ہوکر، عاشقِ رسول ،امام احمد رضا، قادری، برکاتی ، بریلوی نے آپ کو'' **سلطانِ نعت گویاں**'' اور خود کو ''**وزیرِ اعظم**'' قرار دیا ہے۔ چنانچہ، فرماتے ہیں:

مَہکا ہے، مری بوئے دِہن سے عالَم
یاں، نغمۂ شریں، نہیں، تلخی سے بہم
کافی، ''سلطانِ نعت گویاں'' ہیں، رضا
اِنْ شَاءَ اللّٰہ ،مَیں ''وزیرِ اعظم''

مرادآباد ہی کے،مولانا وہاج الدین،عرف مولوی منو بھی، ایک سرکردہ مجاہد جنگِ آزادی تھے۔ جو،عربی وفارسی کے عالم اور اچھے انگریزی داں بھی تھے۔انھوں نے،انگریزی حکومت کے خلاف، جہاد کا فتویٰ دیا اور مسلسل جہاد کا وعظ بھی کہتے رہے۔شہزادہ فیروز شاہ، جب ،مرادآباد پہنچا اور انگریزوں سے گھمسان کی جنگ ہوئی تو، مولانا وہاج الدین، مرادآبادی، شہزادہ فیروز شاہ کے، دستِ راست تھے۔اس سے پہلے، یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ، مولانا وہاج الدین کی قیادت میں انقلابیوں کے ایک جم غفیر نے **مرادآباد جیل کا پھاٹک توڑ کر، سارے قیدیوں کو آزاد کردیا تھا۔اوران کے درمیان، اسلحہ تقسیم کرکے، انگریزوں کے خلاف، ایک بڑا محاذ بنالیا تھا۔**

مجاہد جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء ،مولانا فیض احمد ،عثمانی ، بدایونی (متوفی ،نامعلوم) شمسِ مارہرہ ،حضرت سید شاہ، آلِ احمد، اچھے میاں، قادری، برکاتی، مارہروی (وصال ربیع الاول ۱۲۳۵ھ/ جنوری ۱۸۲۰ء) کے خلیفۂ ارشد، حضرت مولانا شاہ، عینُ الحق عبدالمجید ،عثمانی ، بدایونی کے نواسے اور حضرت علّامہ فضلِ رسول ، عثمانی ، بدایونی کے بھانجے تھے۔آپ کے بارے میں، پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) لکھتے ہیں:

''جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں، جن عُلماے بدایوں نے نمایاں حصہ لیا اُن میں، سرِ فہرست ،مولانا فیض احمد، بدایونی کا نام ہے۔جو اپنے دَور کے نامور عالم تھے۔سنٹرل بورڈ آف ریونیو (آگرہ) میں ملازم تھے ۔عربی فارسی کے بلند پایہ ادیب وشاعر تھے۔انھوں نے آگرہ کے قیام میں مولانا رحمت اللہ، کیرانوی اور پادری فنڈر کے مناظرہ (۱۸۵۴ء۔بمقام آگرہ) میں، حصہ لیا اور مولانا رحمت اللہ، کیرانوی کے مددگار، رہے۔**پھر، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں، مَردانہ وار حصہ لیا۔وہ، دہلی بھی گئے۔آخری معرکہ، ککرالہ (بدایوں) میں ہوا۔اس میں، ڈاکٹر وزیر خاں، اکبرآبادی، شہزادہ فیروز شاہ، جیسے بطلِ حریت بھی موجود تھے۔انگریزوں کا مشہور جنرل پینی مارا گیا۔''**

(مجلّہ ''بدایوں'' کراچی۔ص ۲۶۔انسائیکلو پیڈیا آف بدایوں۔جلدِ دوم۔مطبوعہ کراچی)

پروفیسر، انیس زیدی لکھتے ہیں:

اس دَوران ،ڈاکٹر وزیر خاں ،اکبرآبادی، جنرل بخت خاں، مولانا فیض احمد، بدایونی اپنے ساتھیوں کے ساتھ، بدایوں آئے۔اور

فتواے جہاد کی تشہیر کی۔اس فتویٰ پر، مولانا فضلِ حق، خیرآبادی، مفتی صدرُ الدین آزردہ، مفتی فضل کریم اور مولوی عبدالقادر وغیرہ کے دستخط تھے۔ان حضرات کی آمد اور فتویٰ کی تشہیر کی وجہ سے بدایوں اور اس کے مضافات کے ہزاروں افراد، مجاہدین میں شامل ہو گئے۔

مجلّہ ''بدایوں'' کراچی۔ص ۱۴۔ انسائیکلو پیڈیا آف بدایوں۔جلد دوم۔مطبوعہ کراچی)

تذکرۂ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں، مولانا، ڈاکٹر وزیر خاں اور مولانا فیض احمد، بدایونی کی پُر جوش شرکت کے بارے میں مفتی انتظامُ اللہ، شہابی، اکبرآبادی (متوفی ۱۹۶۸ء) لکھتے ہیں:

ڈاکٹر وزیرخاں، مَردانہ وار، نکل آئے۔آگرہ میں، جو فوج، فدائیوں کی آئی اُس کی سرپرستی، ڈاکٹر وزیر خاں نے کی۔انگریز، قلعہ بند ہو گئے۔یہ، مولوی فیض احمد، بدایونی کو، ساتھ لے کر، دہلی پہنچے۔ بہادر شاہ ظفر کا دربار، جَما ہوا تھا۔بریلی سے جنرل بخت خاں آچکے تھے۔''وار کونسل'' بنی ہوئی تھی۔.....جنرل بخت، لارڈ گورنر تھے۔ انھوں نے، ڈاکٹر وزیر خاں کو، اپنے ہمراہ لیا۔مولوی فیض احمد، شہزادہ، مرزا مغل کے پیشکار، مقرر ہوئے۔''الخ۔

(ص ۸۷۔ ''غدر کے چند علما'' مؤلّفہ: مفتی انتظام اللہ، شہابی، اکبرآبادی۔مطبوعہ: دینی بک ڈپو۔اردو بازار، دہلی)

آخری معرکۂ شاہجہاں پور ۱۸۵۸ء کے بعد، باقی ماندہ عُلما، روپوش ہو کر مختلف مقامات پر چلے گئے۔مولانا فیض احمد، بدایونی، کسی طرح، نیپال پہنچے۔مگر، آج تک کسی کو، سراغ نہیں مل سکا کہ:

مولانا فیض احمد، بدایونی کا انتقال، کب ہوا؟ اور کہاں، آپ کی تدفین ہوئی؟

بعدِ وفات، تُربتِ ما، در زمین مَجُوے
در سینہ ہائے مردمِ عارف، مَزارِ ما

(باقی آئندہ)

☆

خطیب اہل سنت حضرت علامہ قاری سخاوت حسین صاحب رضوی کے والد گرامی کا انتقال پر ملال

بڑے ہی افسوس اور غم و اندوہ کے ساتھ یہ خبر شائع کی جارہی ہے کہ جماعت اہل سنت کے معروف خطیب محترم حضرت علامہ قاری سخاوت حسین صاحب کے والد گرامی عالیجناب الحاج فرصت حسین صاحب ابن منشی شاہ صاحب کا مؤرخہ ۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۸/جولائی ۲۰۱۹ء بروز اتوار صبح فجر کے وقت انتقال ہو گیا۔انا للہ و انا الیہ راجعون. تقریباً ۱۹۳۹ء کو ضلع مرادآباد کے ایک گاؤں ''ناخونکا'' میں آپ کی ولادت ہوئی۔ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے علاقے کے مشہور دینی ادارے ''مدرسہ سلامیہ'' میں آپ نے علوم اسلامیہ کی تحصیل فرمائی۔آپ نے مدرسہ سلامیہ کے روح رواں قطب زماں حضرت علامہ الحاج ابراہیم رضا نقشبندی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔آپ علوم دینیہ کے فروغ کا بے کراں جذبہ رکھتے تھے جس کی واضح مثال یہ ہے کہ آپ نے اپنے آبائی گاؤں میں علوم دینیہ کے فروغ کے لیے ''جامعہ غوثیہ خطیب العلوم'' کی توسیع کے لیے بے پناہ قربانیاں پیش فرمائیں۔یہی ادارہ آپ کی آخری آرامگاہ بنا۔یہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔آپ کے پسماندگان میں چار بیٹے خطیب اہل سنت حضرت قاری سخاوت حسین صاحب رضوی، محمد رفاقت حسین، محمد ریاست حسین، محمد لیاقت حسین اور تین بیٹیاں ہیں۔تدفین کے بعد جامعہ غوثیہ خطیب العلوم کے طلبہ نے متواتر شب جمعہ تک آپ کے سرہانے قرآن پاک کی تلاوت کی۔آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی تدفین اسی ادارے کے احاطے میں کی جائے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی قبر پر انوار و رحمت کی بارشیں فرمائے۔آمین (محمد سلیم بریلوی)

اُفق حامدی کا ایک روشن ستارہ روپوش ہو گیا

حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کے پوتے اور شہزادۂ حجۃ الاسلام حضرت علامہ حماد رضا خاں نعمانی میاں علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند کے وصال پر لکھی جانے والی ایک غمناک تحریر

از۔مفتی محمد سلیم بریلوی

مؤرخہ ۱۱ر ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ/ ۱۵ر جولائی ۲۰۱۹ء بروز پیر راقم جامعہ رضویہ منظر اسلام میں انٹرول کے وقت آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک نواسہ سیدی سرکار مفتی اعظم ہند، مخدوم گرامی حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سراج رضا خاں نوری مدظلہ العالی کا وہاٹس ایپ پر میسیج موصول ہوا۔ یہ میسیج ایک غمناک خبر اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھا کہ گزشتہ شب یعنی مؤرخہ ۱۰ر ذیقعدہ/۱۴ر جولائی ۲۰۱۹ء اتوار کا دن گزار کر رات تقریباً ۱۱ر بجے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کے چھوٹے شہزادے حضرت علامہ محمد حماد رضا خاں نعمانی میاں علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند عالیجناب محترم حمید رضا خاں یزدانی میاں کا وصال پر ملال ہو گیا۔ میسیج پڑھ کر راقم نے کلمۂ ترجیع انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ فوراً ہی صاحب سجادہ آستانہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کو اس غمناک خبر کی اطلاع دی۔ آپ نے بھی خبر سن کر کلمۂ ترجیع پڑھا، دعائے مغفرت کی اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے اساتذہ وطلبہ سے موصوف علیہ الرحمہ کے ایصال ثواب کے لیے تعزیتی محفل کے انعقاد کا حکم دیا ساتھ ہی بتایا کہ ۱۹۸۸ء فقیر جب کراچی گیا تھا تو موصوف مرحوم کے گھر بھی جانا ہوا تھا اور تب ہی آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ منظر اسلام جو ان کے دادا کا اور ان کے بزرگوں کا لگایا ہوا ایک علمی تناور درخت ہے اس کے علماء اور طلبہ نے نہایت مخلصانہ انداز میں قرآن خوانی کی، فاتحہ خوانی کی۔ ان کی روح کو خراج عقیدت پیش کیا، ایصال ثواب کیا اور دعائے مغفرت کی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے دو شہزادے ہیں: بڑے شہزادے حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں۔ چھوٹے شہزادے تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے بھی دو شہزادے ہوئے، شہزادۂ اکبر مفسر اعظم ہند حضرت علامہ محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ جن کے شہزادگان حضرت ریحان ملت، حضرت تاج الشریعہ، حضرت علامہ قمر رضا خاں علیہم الرحمہ اور حضرت منانی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی ہیں۔ حجۃ الاسلام کے چھوٹے شہزادے حضرت علامہ حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں علیہ الرحمہ ہیں جو تقسیم ہند میں پاکستان ہجرت کر گئے تھے اور کراچی میں جاگزیں ہو گئے تھے۔ صاحب تذکرہ عالیجناب محترم حضرت حمید رضا خاں یزدانی میاں آپ ہی کے سب سے بڑے شہزادے ہیں۔ اس طرح مرحوم کا سلسلہ نسب یوں ہوا: حمید رضا خاں بن حضرت علامہ حماد رضا خاں بن حجۃ الاسلام محمد حامد رضا خاں بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں۔

حضرت علامہ حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں علیہ الرحمہ کو اپنے والد گرامی حضرت حجۃ الاسلام سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ قدرت کی جانب سے آپ کو تین شہزادوں اور چار شہزادیوں کی نعمت سے نوازا گیا تھا۔ شہزادوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حَمِید رضا خاں یزدانی میاں (جن کا انتقال ہو گیا) (۲) محمد رضا خاں رضوانی میاں (۳) حُمید رضا خاں نورانی میاں۔ یہ نیوزی لینڈ میں رہتے ہیں۔ بیٹیاں یہ ہیں: (۱) طیبہ فاطمہ صاحبہ۔ یہ تمام

بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہیں اور اسلام آباد میں رہتی ہیں۔ ان کی شادی محمد صدیق مرحوم سے ہوئی (۲) عطرت فاطمہ صاحبہ۔ ان کا ملتان میں انتقال ہو چکا ہے۔ان کی شادی مختار علی خاں صاحب سے ہوئی۔(۳) صالحہ فاطمہ صاحبہ ان کی شادی یزدانی میاں صاحب کے برادر نسبتی جناب ملیح الدین احمد صدیقی صاحب سے ہوئی (۴) شگفتہ فاطمہ صاحبہ۔ان کی شادی محمد اختر صاحب سے ہوئی۔

بیٹوں میں سب سے بڑے یہی حمید رضا خاں صاحب یزدانی میاں تھے۔جن کی پیدائش ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو ہوئی۔ ۱۹۶۴ء میں آپ کا نکاح جناب معین الدین احمد صدیقی صاحب جن کا آبائی مکان بریلی شریف میں ہی تھا، تقسیم میں کراچی ہجرت کر گئے تھے ان کی بیٹی عصمت شاہین صاحبہ سے ہوا تھا۔ یہ رشتہ میں یزدانی میاں کی خالہ زاد بہن ہوتی ہیں۔ان سے آپ کے ایک شہزادے اور تین شہزادیاں متولد ہوئیں۔آپ کے شہزادے کا نام جواد رضا خاں ہے جو پاکستان آرمی میں اس وقت کرنل کے عہدے پر فائز ہیں اور آپ کی پوسٹنگ اسلام آباد میں ہے۔ان کی اہلیہ کا نام سنبل رضا خان ہے جو یزدانی میاں کی بڑی بہن طیبہ صاحبہ کی بیٹی اور جواد میاں کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ان سے ایک بیٹے ہیں جن کا نام انہوں نے عمر رضا خاں رکھا ہے۔اور ایک بیٹی ہیں جن کا نام تنزیلہ خان ہے۔یزدانی میاں صاحب بی ایس سی کرنے کے بعد ۲۶ر سال کی عمر میں پاکستان کی حبیب بینک میں بحیثیت بینکر ملازم ہوئے اور بحیثیت گریڈون آفیسر کی پوسٹ سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اب اپنے اکلوتے شہزادے جواد میاں صاحب کے پاس اسلام آباد میں رہنے لگے تھے۔انتقال سے چند روز پہلے ہی وہ اپنی شہزادیوں اور عزیز و اقارب سے ملنے کراچی آئے تھے کہ اچانک انتقال ہو گیا۔آپ کی تینوں بیٹیوں کے اسماء یہ ہیں:

(۲) صدف خان (۲) ثمن خان (۳) سارہ خان۔چاروں بچوں میں صدف خان سب سے بڑی اور پھر دوسرے نمبر پر جواد میاں ہیں ان کے بعد بقیہ دونوں بیٹیاں ہیں۔صدف خان صاحبہ کا عقد نکاح جناب فرحان مسعود صاحب سے ہوا جن کے تین بچے ہیں دو بیٹے علی اور اسعد اور ایک بیٹی انجلا۔علی سب سے بڑے ہیں۔دوسری شہزادی ثمن خان صاحبہ کا عقد نکاح سید نعیم الدین صاحب سے ہوا جن کے تین بچے ہیں دو بیٹے سید حمزہ اور سید مصطفیٰ اور ایک بیٹی جن کا نام سیدہ عنایہ سید ہے۔یہ سب سے چھوٹی ہیں۔یزدانی میاں صاحب کی سب سے چھوٹی شہزادی محترمہ سارہ خان صاحبہ کا عقد نکاح سید راحیل قریشی صاحب سے ہوا جن کے دو بیٹے ہیں۔سید جسفر قریشی اور سید شہیر قریشی۔حضرت یزدانی میاں صاحب کی اہلیہ محترمہ عصمت شاہین صاحبہ تقریباً ۷۴ر سال کی ہیں اور ابھی باحیات ہیں۔ آپ کے دونوں بھائی جناب رضوانی میاں اور جناب نورانی میاں صاحبان بھی الحمدللہ! ابھی باحیات ہیں۔

آپ کی نماز جنازہ فردوسیہ مسجد فردوس کالونی کراچی میں مؤرخہ ۱۵ر جولائی ۲۰۱۹ء بروز پیر بعد نماز عصر ادا کی گئی۔نماز جنازہ میں عوام وخواص نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔بعد نماز جنازہ آپ کو خاموش کالونی قبرستان کراچی میں سوگوار انداز میں نم آنکھوں کے ساتھ عزیز و اقارب، دوست و احباب اور اہل عقیدت و ارادت نے سپرد خاک کیا۔اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔درجات بلند فرمائے۔قبر پر انوار و رحمت کی بارشیں نازل فرمائے۔پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔اس حادثہ فاجعہ پر حضرت صاحب سجادہ آستانہ اعلیٰ حضرت نے موصوف علیہ الرحمہ کے اہل خانہ، فرزند و برادران وغیرہم سے اظہار تعزیت فرماتے ہوئے اپنے قلبی حزن و ملال کا اظہار فرمایا۔

آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکارِ اعلیٰ حضرت نے ایک آلِ رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں شہرستانِ عشق ومحبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر وترقی اور عظمت و رفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع و اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم وحکمت کی لازوال تروتازگی وشادابی میں سرکار مفتیٔ اعظم ہند کا علمی وروحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اور تابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثار وقربانی اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اور مرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک روشن ومنور نمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہراہ ترقی پر جس کی تیز گامی میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ کی پرعزم، مستحکم اور مخلصانہ قیادت ونظامت کی درخشاں ودیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جو ماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کا قبلۂ علوم وحکمت ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم وملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور '' تحریک تحفظ عظمت اولیا '' کے بے شمار جانباز سپاہی عطا فرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی وعصری علوم وفنون کے ساتھ اسلامی افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقا کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب ومسلک کی بےلوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیابار کرنوں کی روشنی میں اپنے روشن ومنور مستقبل کے خطوط متعین کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبۂ ایثار وتعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اور اس کے عروج وارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجئے تا کہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی وروحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا
سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

United PRINTERS BAREILLY
(M) 9319623803, 9548639384

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P/BR-175/2018-20
PUBLISHING DATE : 14th] EVRY ADVANCE MONTH
POSTING DATE : 18th
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT : 80 GRM

₹ 30/-
Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian) September 2019

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)